BOOK HOME

ابنِ رشد

حیات، فلسفہ اور نظریات

ملک اشفاق

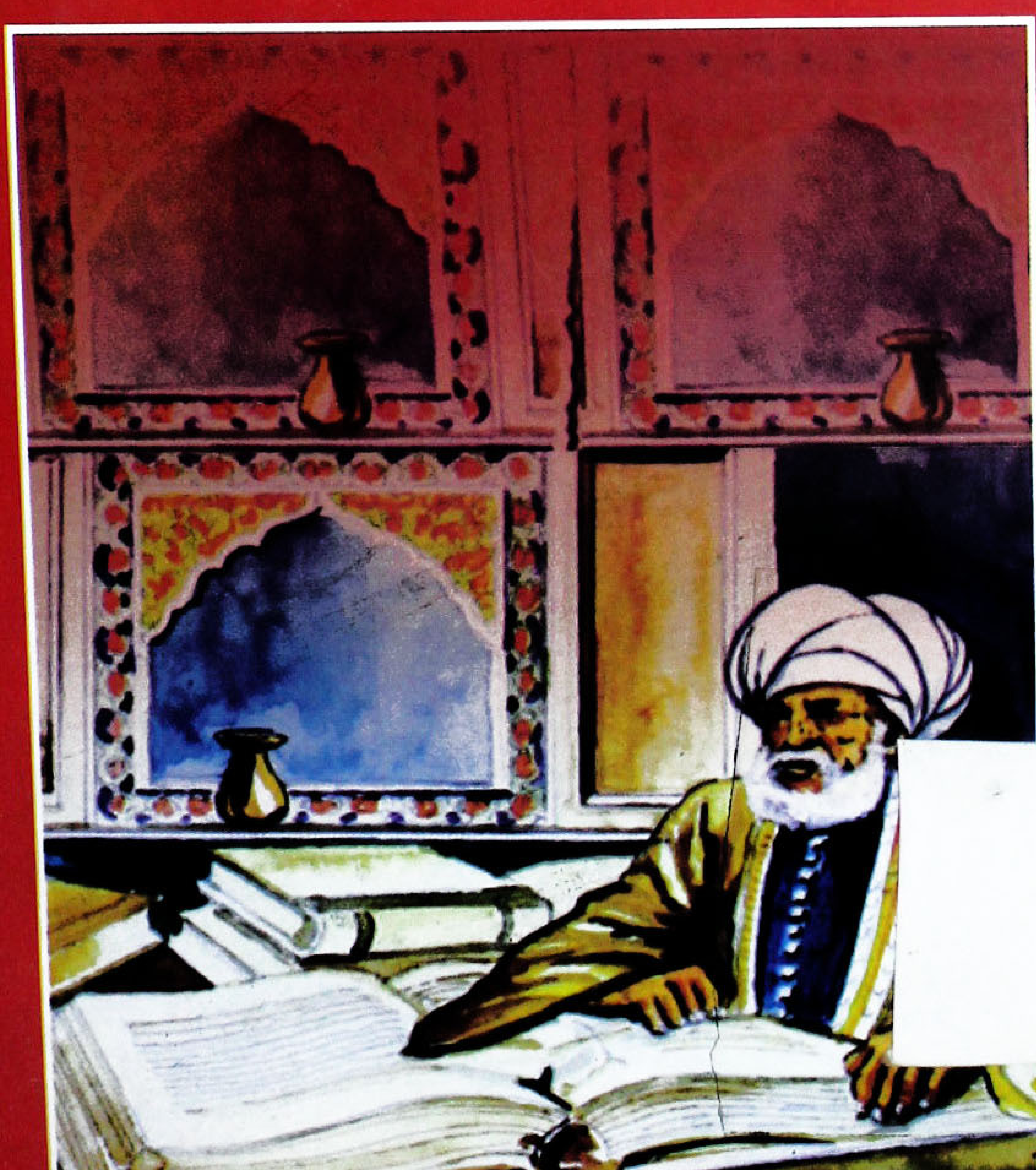

297.9
12
931

Marfat.com

ابنِ رشد

حیات، فلسفہ اور نظریات

ملک اشفاق

BOOK HOME

Marfat.com

ابنِ رشد

مصنف: ملک اشفاق

297.9924
11271
9-3-159
۲ر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اہتمام رانا عبدالرحمٰن

پروڈکشن ایم سرور

سرورق ریاظ

کمپوزنگ محمد انور

پرنٹرز آب وتاب پرنٹرز، لاہور

اشاعت 2009ء

قیمت 300/-

ناشر بک ہوم لاہور

بک ہوم

بک سٹریٹ 46- مزنگ روڈ لاہور

فون:7231518-7245072 فیکس: 042-7310854

E-mail:bookhome1@hotmail.com - bookhome_1@yahoo.com

Marfat.com

انتساب

ایرک سروراورایمان انور

کے دادا جی محمد صدیق صاحب کی عظمت کے نام

جنہوں نے مجھے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا

ملک اشفاق

Marfat.com

خراج تحسین

اس کے عمامے میں ستارے جگمگاتے تھے
اور غرفے میں چاند چمکتے تھے
چاند میں داغ نے اس کی چاندنی کو
جلا بخشی اور مشرق و مغرب
کے اندھیرے ماند پڑ گئے
عقل و فکر کی دیوی اس پر مہربان تھی
اور اس کے عنبرین گیسوؤں سے
نور کی شعائیں پھوٹتی تھیں
اور مغرب میں اجالا لاتی تھیں
وہ اپنے وقت کا نابغہ تھا
اب بھی اس کے چاہنے والے
اس کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں

(جامعہ پیڈوا کے پروفیسر جان ایرک کا ابن رشد کو خراج تحسین)

Marfat.com

زندگی نامہ

ابن رشد: ابوالولید محمد بن احمد بن رشد

یورپ میں معروف: ایویروز Averroes

پیدائش : 1126ء قرطبہ اندلس

وفات: 10 دسمبر 1198ء مراکش، مراکو

تحقیق وتحریر: اسلامی فقیہہ، طب، ریاضی، فلسفہ، ہیئت، منطق، نفسیات

پیشہ: قاضی، استاد، محقق، سائنسدان، مترجم

Marfat.com

فہرست

○ پیش لفظ 9
○ حرفِ چند 11
○ عرب ثقافت کا پس منظر 13
○ حالات زندگی اور پس منظر 19
تعلیم و تربیت اور اساتذہ 21
ابن رشد کا علماء اور دانشوروں کا حلقہ 24
ابن طفیل 25
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی 27
بنی زہر، ابن زہر (Avenzoar) 29
○ ابن رشد قاضی القضاۃ کے منصب پر 32
شاہی طبیب اور قاضی القضاۃ 35
○ ابن رشد کی رسوائی اور بربادی 38
ابن رشد کی سزا 47
ابن رشد کی رہائی اور عہدہ قضاء پر تعیناتی 51
وفات 52

Marfat.com

○ ابن رشد عرب مورخین کی نظر میں 54
ابن ابی اصیبعہ 57
ابن الابار 58
انصاری 58
ابن فرحون مالکی 59
ابن سعید 59
ذہبی 59
یافعی 60
ابن حمویہ 60
موسیٰ بن میمون 61
ابن تیمیہ 61
ابن خلدون 61
○ ابن رشد کے علمی نظریات کے یورپ پر اثرات 65
○ مکتبی یا خانقاہی فلسفہ (Scholasticism) 73
ابتدائی خانقاہی فلسفہ (Early Scholasticism) 76
اعلیٰ خانقاہی فلسفہ (High Scholasticism) 78
آخری دور (Late Scholasticism) 79
ابن رشد اور اندلس کے یہودی علماء 85
○ ابن رشد کے نظریات 88
طبابت 92
○ نظریہ علم النفس (Psychology) 99

Marfat.com

- فلسفہ ابن رشد 103
- ابن رشد اور علم اصول فقہ (Law and Jurisprudence) 110
- ابن رشد کا علم ہیئت 118
- طبیعیات (Physics) 122
- ابن رشد کا نظریہ سیاست (Politics) 128
- ابن رشد کا نظریہ دگنی صداقت (Double Truth) 131
- مذہبی طبقہ کی مخالفت کا دور 133
- علم موسیقی (Music Theory) 142
- ابن رشد کی تصنیفات 143
- حوالہ جات 148

Marfat.com

پیش لفظ

اندلس کی علمی ترقی جس میں ادب وشعر، علم الکلام، اصول قانون اور تمام نیچرل سائنس میں نکھار پیدا کر کے بام عروج تک پہنچانے کا سہرا ابن رشد کے سر ہے۔

اندلس کی علمی اور تہذیبی ترقی کو بام عروج تک پہنچانے میں اگر چہ بہت سے علوم کے علماء کا کردار ہے۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اندلس کی علمی اور تہذیبی زندگی کو بام عروج تک پہنچانے میں سب سے زیادہ حصہ صرف دو شخصیتوں کا ہے۔

ایک تو ہے ابن رُشد جنہوں نے الٰہیات، طب و جراحت اور دیگر تمام نیچرل سائنس کی ترقی اور ترویج میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ جبکہ دوسری شخصیت زریاب مغنی کی ہے۔

زریاب مغنی اسحاق موصلی کا شاگرد تھا۔لیکن اس فن میں اپنے استاد سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اُسے جان بچا کر بغداد سے اندلس آنا پڑا۔ اس نے اندلس میں آ کر تہذیب وثقافت کی ایک نئی طرح ڈالی۔ آج یورپ جدید کے معاشروں میں جو بھی رکھ رکھاؤ ہے اس کا بانی زریاب تھا۔

اس نے شیشے کے نازک برتنوں میں کھانے پینے کو رواج دیا۔ سردی اور گرمی کے لیے الگ الگ کپڑوں کی اقسام کو متعارف کروایا۔ اس نے آرئش و زیبائش یہاں تک کہ مختلف طرح کے ہیئر اسٹائل کو بھی متعارف کروایا جس سے پورے یورپ نے اثرات قبول کیے۔

اسی طرح اندلس میں علوم جدیدہ اور نیچرل سائنس کو ٹھوس بنیادیں ابن رشد نے مہیا

Marfat.com

گیں۔اس کے اثرات ہمہ گیر تھے۔اب بھی یورپ میں اس کے نام پر کئی تحقیقی ادارے کام کر رہے ہیں اوراس کا نام بہت محترم ہے۔

بُک ہوم نے عظیم عالمی فلسفیوں کے حیات و فلسفہ اورنظریات کے حوالے سے ایک سیریز کا اشاعتی پروگرام ترتیب دیا ہے۔اس سلسلے کی درج ذیل کتب ''بقراط''،''سقراط''، ''افلاطون''،''ارسطو''اور''ابنِ خلدون''شائع ہو چکی ہیں۔

ملک اشفاق

Marfat.com

حرفِ چند

ہمارے ہاں بہت کم کتابیں ایسی ہیں جو نئی نسل کو ان مسلمان مفکرین، علماء صلحا اور دانشوروں سے متعارف کرواتی ہیں، جنہوں نے علم و ادب اور فکر و فن کے ہر میدان میں اپنی بے مثال صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ زندہ قومیں اس بات کا خاص طور پر اہتمام کرتی ہیں کہ نسل نو کو افکارِ حاضرہ کے ساتھ ساتھ ان اصحابِ دانش سے بھی متعارف کروائیں جن کے کردار اور علم و دانائی سے تاریخ میں سنہرے ابواب کا اضافہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے افرادِ قوم کسی ایک دور یا عہد کے لیے باعث فخر اور قابل تقلید نہیں ہوتے بلکہ ہر دور کے افراد ان کے کردار و عمل کی عظمت سے اپنے لیے راہِ عمل کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

مسلمان قوم کے لیے جہاں یہ بات باعث صد افتخار ہے کہ مسلمانوں میں علامہ جاحظ، ابن مسکویہ، ابن خلدون، البیرونی، ابن الہیثم، جابر بن حیان، بوعلی سینا، خوارزمی، غزالی اور جلال الدین رومی جیسے کئی ایک سائنس دان، فلاسفہ، مفکرین نے جنم لیا وہاں دل گرفتگی کی بات یہ ہے کہ آج نئی نسل اپنے ان آباؤ اجداد کے کارناموں سے ہی نہیں بلکہ ان کے ناموں تک سے بھی ناواقف ہے۔ اس صورتِ حال میں ملک اشفاق صاحب کی کتاب ''ابنِ رشد'' ایک نہایت مستحسن کوشش ہے۔ ملک اشفاق پاکستان کے ایک معروف مترجم اور ادیب ہیں۔ فکر و فلسفہ کے موضوعات پر ان کی نگارشات ان کی علمی وسعت اور علم سے گہری وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ملک صاحب نے ابن رشد کی حیات اور نظریات کے حوالے سے کتاب لکھ کر

Marfat.com

اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ اس بات کی ضرورت و اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ نسلِ نو کے روح و قلب میں آباؤ اجداد کی حیات اور کارناموں کی یاد تازہ کر کے ہی سوزِ عمل کا وہ جذبہ بیدار کیا جا سکتا ہے جو کسی قوم کی تقدیر متعین کرنے میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔

ملک اشفاق نے پس منظری مطالعہ کے طور پر عرب ثقافت کا تعارف کروانے کے بعد ابنِ رشد کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے اس کے معاصرین کا مختصر تعارف کروایا ہے۔ اس عہد کے لوگوں کی فلسفہ کے موضوع سے گہری نفرت کا ذکر کیا ہے اور ابن رشد کے شاہی دربار کے ساتھ تعلقات کی بنتی اور بگڑتی ہوئی صورت حال کی تصویر کشی کی ہے۔ ملک صاحب نے صراحت سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ اگرچہ ابن رشد کو اپنے فلسفیانہ مزاج اور دلچسپی کی بنا پر جلاوطنی اور اپنی ذات کی تذلیل و تحقیر کو برداشت کرنا پڑا تاہم ان تمام صعوبتوں کے باوجود ابنِ رشد نے علم و فلسفہ سے اپنی دلچسپی ترک نہ کی۔

ملک صاحب کی کتاب ابنِ رشد کے نظریات و افکار سے آگہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ ملک صاحب نے ابن رشد کے فلسفہ، علم النفس، علم فقہ، علم ہیئت، طبیعات، سیاست، موسیقی اور ان کے نظریہ دگنی صداقت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

یہ کتاب یقیناً قارئین کے لیے دلچسپی اور معلومات کا باعث ہوگی۔ میں ملک اشفاق کو اس بہترین کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ امید ہے وہ اس کام کو جاری رکھیں گے اور دیگر فلسفیوں کی حیات اور نظریات پر بھی ایسی گرانقدر کتب تحریر کریں گے۔

ڈاکٹر محمد آصف اعوان

استاد، شعبہ اردو

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Marfat.com

عرب ثقافت کا پس منظر

عرب اپنے جزیرہ نما صحرا میں اپنی صحرائی روایات کے مطابق عہد عتیق سے بھی ہزاروں سال پہلے موجود تھے۔ بڑے بڑے قبائل کے شاہی خاندان صرف اپنے قدیم رسم و رواج اور روایات سے ہی واقف تھے۔ دراصل انہیں اپنے جزیرہ نما سے کبھی باہر نکلنے کا اتفاق ہی نہ ہوا تھا۔

ساتویں صدی عیسوی میں ان گوشہ نشین لوگوں میں ایک عجیب و غریب انقلاب رونما ہوا۔ ان کے کردار میں بھی ایک واضح تبدیلی پیدا ہوئی وہ گوشہ نشینی سے نکل آئے اور دنیا کو فتح کرنا شروع کر دیا۔

یہ تبدیلی عربوں میں صرف ایک شخص نے پیدا کی تھی۔ وہ تھے عظیم پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں مذہب اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ عرب کے بادیہ نشین لوگ ان کے عقیدے کو اپنانے لگے اور اس عقیدے پر سختی سے عمل کرنے لگے۔ دراصل یہ کام بہت ہی انقلابی تھا اور پیغمبر ﷺ کی تعلیمات بہت سادہ تھیں۔ پیغمبر ﷺ صرف نیکی اور اچھائی پر یقین رکھتے تھے اس لیے ان کے دین میں جلال اور ولولہ بہت زیادہ تھا۔ پیغمبر ﷺ اور ان کے جانشینوں نے عرب کے لوگوں میں اسی جلال اور ولولے سے انسانی رفعت کو شاندار طریق سے اجاگر کر دیا تھا۔

محمد عربی ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب قبائل اور خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے اور یہ

Marfat.com

قبائل اور خاندان ایک دوسرے سے باہم جنگ کیا کرتے تھے۔

وہ جنگ میں بھی شاندار وحشت کی خوبیوں کے مالک تھے وہ بہادری، مہمان نوازی اور شجاعت میں بے مثال ہونے کے ساتھ ساتھ پیشہ ور لیٹرے بھی تھے۔

پیغمبر محمد عربی ﷺ نے ان کو اسلام میں داخل کر کے ان میں شہادت کا جذبہ پیدا کیا او رانہیں انسانیت کی بہترین خوبیوں سے آراستہ کیا۔

عرب قبائل متحد ہو چکے تھے اور اسلام کا پرچم ایشیا اور افریقہ تک لہرا چکے تھے۔ مغلوب ممالک ان کی فتوحات سے حیران و ششدرہ تھے۔ خلفاءؓ اور ان کے جانشینوں کی قیادت میں مسلمان سپاہ، ایران، مصر، افریقہ حتیٰ کہ ہرقل کے دروازوں پر دستک دے چکی تھی۔ مؤذن کی آواز دریا عمان OYUS کے ساحلوں سے لے کر بحرہ اقیانوس کے کناروں تک گونجتی تھی۔

قدیم رومی سلطنت زوال پذیر ہو رہی تھی۔ اسپین میں امیر ترین طبقہ تعیش اور شہوت پرستی میں مبتلا تھا۔ یہ لوگ صرف کھانے اور پینے کے لیے زندہ تھے یا پھر جوا اور مستی کے لیے۔ ملک کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد غلام تھی یا پھر زمینوں پر کام کرنے والے پابند مزدور تھے وہ زمینوں کو کاشت تو کرتے تھے لیکن ان کا دھرتی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب ایک آقا اپنی جاگیر بیچتا تو اس جاگیر کے ساتھ غلام اور مزدور بھی بک جاتے۔

اسپین کے امیر ترین طبقہ اور غلام طبقہ کے درمیان ایک امیر اور متمول لوگوں کا طبقہ بھی تھا۔ اس درمیانی طبقہ کے حالات زیادہ بدتر تھے کیونکہ حکومت کو وہی لوگ پیسہ فراہم کرتے تھے۔ وہ حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرتے، سول اور بلدیاتی ادارے انہیں کے فراہم کردہ پیسے سے چلتے تھے۔ اعلیٰ ترین طبقہ اسی پیسے سے عیش کرتا تھا، پورے معاشرے میں بددلی پھیلی ہوئی تھی، طاقتور حملہ آوروں کو روکنے کے لیے کوئی مزاحمتی عناصر نہ تھے۔

اعلیٰ ترین طبقے کے امراء نے جب ملک پر حملہ کی افواہ سنی تو ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی عیاشیوں میں ہی غرق رہے ان کی تلواریں عرصہ سے پڑی پڑی زنگ آلودہ ہو چکیں تھیں۔

Marfat.com

غلام طبقہ اپنے ظالم آقاؤں کی تبدیلی میں کافی دلچسپی رکھتا تھا۔ درمیانی طبقہ بھی اعلیٰ طبقہ کی عیاشیوں اور حکومتی اخراجات سے تنگ آ چکا تھا۔

حکومتی سپاہ مایوس اور بددل تھیں اور ان میں کوئی نظم نہ تھا۔ اسپینی رومن خوب جانتے تھے کہ بربروں کا حملہ کیسا ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے شہروں کو آگ میں جلتے دیکھا تھا، ان کے کمانداروں نے بربروں کے سامنے مزاحمت کی تھی لیکن ان کا حشر بہت برا ہوا تھا۔ ملک میں طاعون اور قحط نے بھی تباہی مچائی تھی اور شہری فاقوں مر رہے تھے۔ پورے ملک میں وحشت اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔

آٹھویں صدی کے شروع میں عرب کے مسلمان افریقہ میں بحر اقیانوس کے ساحلوں تک پہنچ چکے تھے۔ اب وہ سمندر کی دوسری جانب ہرقل کے صوبہ اندلسیہ کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اب وقت آ چکا تھا کہ اندلسیہ کی ناکام حکومت کے حالات بدل جائیں، گوتھ اب اندلسیہ میں بہتری پیدا نہیں کر سکتے تھے۔

711ء میں عباسی خلیفہ کے افریقی گورنر موسیٰ بن نصیر نے ایک مور Moor جرنیل طارق کی سرکردگی میں سات ہزار فوج کو اندلسیہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔

اس حملہ کے کچھ عرصہ بعد افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے دمشق میں خلیفہ ولید کو لکھا ''اے ثابت قدم بہادروں کے امیر اندلس میں گوڈ ایسٹ فتح کر لیا گیا ہے۔'' مسلمانوں کی اس شاندار فتح پر حیرانی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔

یہ تاریخ کا سنجیدہ ترین واقعہ تھا اندلس میں گوڈ ایسٹ کی فتح کے ساتھ ہی تمام اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا تھا۔ طارق بن زیاد کے مٹھی بھر بربروں نے ایک ہی جھٹکے میں جزیرہ نما اندلس کو اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ طارق کی کم طاقت اور زیادہ پھرتی نے تھوڑے ہی عرصہ میں تھوڑی بہت مزاحمت کو بھی ختم کر دیا تھا۔

موسیٰ بن نصیر خلیفہ ولید کے حکم سے جب دمشق واپس جا رہا تھا تو اس نے شام لوٹنے سے

Marfat.com

پہلے جبل ابرانس Pyreness کی چوٹی پر کھڑے ہوکر یورپ میں کی گئی فتوحات کا جائزہ لیا اور مسلمانوں کے ورود اندلس کی یادوں کو تازہ کیا اور مزید ہونے والی فتوحات کو اپنی بصیرت کی آنکھوں سے دیکھا تو پھر ایسا ہی ہوا۔

جب سے مسلمانوں نے اندلسیہ کو فتح کیا تھا اس سے اندلسیہ کے لوگوں کو فائدہ ہی ہوا تھا۔عربوں نے بڑے جاگیرداروں اور پادریوں کو ختم کر دیا تھا۔اس طرح درمیانی طبقہ کے لوگوں پر ٹیکسوں کا بوجھ نا قابل یقین حد تک کم ہو گیا تھا غلام بڑی تعداد میں آزاد ہو چکے تھے اور ان کی زندگیوں میں شاندار انقلاب آ چکا تھا۔

مسلمان آدھی سے زیادہ مہذب دنیا کو حیرت انگیزی سے فتح کر چکے تھے۔عرب لوگ بہت ہی متحد تھے، وہ وعدے کے بہت سچے تھے ان میں اپنے عظیم پیغمبر محمد عربی ﷺ والی سفارتی مہارت بھی تھی دراصل وہ انوکھے قسم کے نامور لوگ تھے۔

950ء میں مسلمانوں نے اندلس میں اس قدر شان و شوکت پیدا کر دی تھی جس کی مثال اس وقت دنیا بھر میں نہ ملتی تھی۔

ایک عربی مورخ کا کہنا ہے کہ اس وقت قرطبہ عروس اندلس تھا۔قرطبہ تمام اہل علم اور اہل حرفہ کے مشاہیر کا شہر تھا۔قرطبہ کا اندرونی حصہ تمام ملکوں کے مشاہیر و شرفا سے بھرا پڑا تھا۔

ادیب اور دانشور شہرت حاصل کرنے کے لیے خوب مقابلہ کیا کرتے تھے۔قرطبہ دانشوروں ،اہل حقائق کی منزل تھا،قرطبہ اندلس کا مغز تھا۔

سلطان کے محل کے بارے میں مورخین حیرت انگیز باتیں بیان کرتے ہیں۔محلوں کے شاندار دروازے باغوں کی جانب اور ایک دروازہ جامع مسجد کی جانب کھلتا تھا۔سلطان جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں ایک خاص دروازے سے جایا کرتا تھا اور پورا راستہ قیمتی قالینوں سے آراستہ ہوتا تھا۔

ایک محل کا نام ''پھولوں کا محل'' تھا دوسرے محل کا نام ''قصر الشوق'' تھا تیسرے محل کا نام

Marfat.com

قصر السرور تھا چوتھے محل کا نام قصر التاج تھا ایک محل اموی سلطان نے اپنے پرانے وطن کی یاد میں قصر دمشق بنوایا تھا۔ قرطبہ کے کئی باغوں کے نام شوق انگیز تھے۔

دریائے وادی الکبیر میں سترہ خوبصورت محرابوں پر پُل بنایا گیا تھا۔ تمام شہر خوبصورت محلوں اور شاندار عمارتوں پر مشتمل تھا۔ قرطبہ شہر میں سات سو مساجد، نو سو عام حمام اور پچاس ہزار سے زائد امراء اور حکومتی عہدے داروں کے مکانات تھے اور ایک لاکھ سے زائد عام لوگوں کے مکانات تھے۔

جس طرح قرطبہ کے محل اور خوبصورت باغ سرسبز و شاداب ہونے کی وجہ سے قابل ستائش تھے۔ اسی طرح حکومت کے معاملات کو بہترین طریقے سے چلانا بھی قابل ستائش تھا۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگ جس قدر حسین اور نفیس تھے اسی قدر ذہین تھے قرطبہ کو علماء اور طلبہ نے یورپ کا تعلیمی مرکز بنا دیا تھا۔

یورپ کے ہر حصے سے علماء، دانشور اور طلباء شہرہ آفاق اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔

راہبہ ہیروس ویتھا قرطبہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے کہ قرطبہ دنیا بھر میں شاندار شہر تھا۔ سائنس کی تمام شاخوں کی وہاں تعلیم دی جاتی تھی۔

علم طب میں جس قدر ترقی اور اضافے جالینوس (Galenus) کے زمانے سے اس وقت تک ہوئے تھے، اس سے کہیں زیادہ اور عمدہ اضافے صرف اندلس کے حکماء اور اطباء کی تحقیقات اور تجربوں سے ہوئے تھے۔

ابو قاسم خلف جس کو یورپ کے لوگ البوکس (Albucasis) کہتے ہیں، گیارہویں صدی کا ایک نامور سرجن تھا۔ اس کے ایجاد کیے ہوئے کئی آلات جراحی موجودہ دور کے آلات جراحی کے مطابق تھے۔

ابن زہر جس کو یورپ میں ایون زور (Avanzore) کہتے ہیں، نے بہت کم عرصہ میں

Marfat.com

طب وجراحی میں کئی نئی دریافتیں کیں۔ ابن بیکار جو کہ علم نباتات کا ماہر تھا نے پورے مشرق کی سیاحت کی تا کہ نادر بوٹیوں کا پتہ چلا سکے۔ اس نے ان جڑی بوٹیوں پر ایک مستند کتاب بھی لکھی تھی۔

ابن رشد عظیم طبیب، فقیہی اور فلسفی تھا۔ یورپ والے اسے ایویروز (Averroes) کہتے تھے وہ قدیم یونان کے فلسفہ اور زمانہ وسطیٰ کے فلاسفہ کے درمیان ایک کڑی تھا۔

علم ہیئت، علم جغرافیہ، علم کیمیا، علوم شرقیہ اور علم حیوانات پر زبردست دسترس رکھتا تھا۔

اندلس کا یہ تھا وہ شاندار دور جس میں ابن رشد نے اپنے علم وفن کے کمالات دکھائے تھے۔[1]

Marfat.com

حالات زندگی اور پس منظر

ابوالولید محمد بن احمد رشد Abul Walid Muhammad Ibn Ahmad Ibn Rushd 1126ء بمطابق 520 ہجری اندلس کے دارالخلافہ قرطبہ میں اپنے دادا محمد ابن رشد قرطبی کی وفات سے ایک ماہ قبل پیدا ہوا۔

ابن رشد کا خاندان اندلس میں عرب کا قدیم ترین خاندان تھا غالبًا ان کے خاندان کے جدامجد 711ء میں طارق بن زیاد کی پہلی فتح کے وقت عرب سے آ کر اندلس میں آباد ہو گئے تھے۔ کچھ مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ اس کے خاندان کے ابتدائی افراد موسیٰ بن نصیر کے ساتھ آئے تھے۔

جب مسلمانوں نے مکمل طور پر اندلس کو فتح کر لیا تو بہت سے عرب خاندان اندلس میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ عرب قبائل جو اندلس میں تھے، ان میں حمیری، مضری، حضرموتی، ہمدانی قریش، غسانی، اوس وخزاج، بنی ثعلب بنو جذام اور انصار قبائل کے لوگ بڑی تعداد میں تھے۔

اندلس کے کچھ صوبہ جات تو ان قبائل کے گڑھ تھے۔ انصار قبیلہ کے لوگ زیادہ تر صوبہ غرناطہ میں آباد تھے جبکہ بنوایاد کی کثرت اشبیلیہ میں تھی۔ اس کے علاوہ بربر بھی بڑی تعداد میں تھے۔[2]

اس لیے زیادہ قرین قیاس ہے کہ ابن رشد کا خاندان انہی قدیم عرب قبائل میں سے تھا منصور ابن ابی عامر کے عہد حکومت میں یہ رواج عام ہو گیا تھا کہ خاندان یا قبیلے میں جس شخص کی

Marfat.com

شہرت ہو جاتی، اس کے خاندان کے تمام افراد اسی کے نام سے پکارے جاتے۔ اس طرح ابن رشد کے خاندان میں انکے دادا محمد بن رشد اپنے علم وفضل اور قاضی کے عہدے کی بنا پر خاص شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے ان کے خاندان کے افراد اسی نام سے پکارے جانے لگے۔[3]

ابن رشد کے دادا محمد بن احمد بن رشد قرطبی تھے اور ان کی کنیت ابوولید تھی۔ وہ 1058ء میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے نوجوانی میں ابی جعفر بن زرق سے علم فقہ کی تحصیل کی اور علم حدیث جیانی ابوعبداللہ بن فرج، ابومردان بن سراج اور ابن ابی العافیۃ سے حاصل کیا۔ محمد بن احمد کے یہ اساتذہ اپنے دور کے معروف عالم تھے۔

انہوں نے خاص کر فقہ میں کمال حاصل کیا تھا۔ انہیں 511 ہجری میں قرطبہ کا قاضی القضاۃ اور جامع مسجد قرطبہ کا امام مقرر کیا گیا۔

اندلس میں وہ فقہ مالکی کے جید عالم تھے۔ لوگ دور دور سے ان سے فقہی مسائل حل کروانے کی غرض سے آتے تھے۔ وہ اصول فقہ اور علم فرائض میں وقت کے امام تھے۔

قرطبہ کی جامع مسجد کے امام نے ان کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ انہیں شاہی دربار میں بھی اثر ورسوخ حاصل تھا۔ وہ اکثر ملکی معاملات میں دخل دیا کرتے تھے۔ وہ ایک مشن لے کر ایک دفعہ سلطان مراکش کے دربار میں بھی گئے تھے۔

انہوں نے 1126ء میں قرطبہ میں ہی انتقال کیا اور اپنے خاندانی قبرستان مقبرہ عباس میں دفن ہوئے ان کے بیٹے قاسم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔[4]

محمد بن رشد کے بیٹے احمد جو 1094ء میں پیدا ہوئے اپنی ذاتی قابلیت سے اپنے باپ کی طرح قرطبہ کے قاضی اور جامع مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ احمد بھی اپنے وقت کے نامور عالم اور فقیہہ تھے۔

احمد کے بیٹے محمد بن احمد (ابن رشد) بھی اپنے دادا اور باپ کی طرح قرطبہ کے قاضی اور

Marfat.com

جامع مسجد کے امام مقرر ہوئے۔

ابن رشد کے بچپن اور دیگر خاندانی حالات پردۂ خفہ میں ہیں، کسی تاریخ دان نے ان کے خاندانی حالات کا ذکر نہیں کیا۔[5]

تعلیم وتربیت اور اساتذہ

ابن رشد ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوا جو کئی پشتوں سے علوم وفنون میں نامور تھا اس لیے اس کی تعلیم وتربیت کا بھی اس کے والد نے خاص اہتمام کیا تھا۔ اس کے دادا اور باپ صاحب علم تھے۔ ان کے شاگرد دور دور سے ان سے درس لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

اندلس کی مروجہ تعلیم میں پہلے تو بچوں کو قرآن حفظ کرایا جاتا تھا۔ اس کے بعد صرف ونحو، ادب وانشاء کے قواعد سکھائے جاتے تھے اور بعد میں موطاء حدیث کی کتاب حفظ کرائی جاتی تھی۔

اندلس میں ان دنوں مالکی فقہ رائج تھی اس لیے موطاء امام مالک قرآن کے بعد مصروف ترین کتاب تھی۔ اس کے بعد فنون ادب سکھانے کے بعد ابتدائی تعلیم ختم ہو جاتی تھی۔

ابن رشد کی تعلیم بھی اسی مروجہ نصاب پر کی گئی۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد موطاء بھی حفظ کی گئی۔ انہوں نے دیگر مروجہ علم میں بھی غیر معمولی دسترس حاصل کر لی۔ ابن رشد بچپن میں ہی موزوں شعر کہنے لگے تھے ان کے شعروں میں مضمون اخلاقی ہوتے تھے لیکن وہ اپنے شعروں کو لکھنے کے بعد جلا دیا کرتے تھے۔[6]

مورخین کا بیان ہے کہ ابن رشد کو معروف عربی شعراء قبتی اور حبیب کے دیوان از بر تھے اس کے علاوہ اسے جاہلی عرب شعراء کے ہزاروں شعراز بر تھے جو وہ موقع محل کے مطابق اکثر پڑھا کرتا تھا۔

ابن رشد نے اپنی کتاب ''الشعر'' میں خود ذکر کیا ہے کہ اسے عنترہ، امراء القیس، اعشیٰ، ابو

Marfat.com

تمام، نابغہ، قبتی اور کتاب الاغمالی کے شعروں کو جابجا حوالوں کے طور پر درج کیا ہے۔[7]

ابن رشد نے مروجہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عربی ادب اور فنون ادب کی جانب رجوع کیا کیونکہ اس زمانہ کے اندلس کے اعلیٰ نصاب میں یہ بنیادی اور لازمی مضامین تھے۔ چنانچہ اس زمانے کے دستور کے مطابق فقیہی اور عالم کے لیے ضروری تھا کہ وہ قرآن، حدیث، فقہ، طب اور فلسفہ میں بھی کمال حاصل کرے۔

ان علوم کی تفسیر وتشریح اور تحقیق کے لیے اس نے اپنے وقت کے محدثین کے سامنے زانو تلامذ طے کیے۔ اس نے اساتذہ حافظ ابوقاسم بشکوالی، ابومردان بن سیرہ۔ ابوبکر بن سحون، ابوعبداللہ ماذری، ابوجعفر بن عبدالعزیز اور حافظ ابومحمد بن زرق سے علوم مروجہ میں تحصیل مکمل کی۔[8]

ابن رشد نے اپنے خاندانی علوم کی تحصیل کے بعد طب اور فلسفہ کی تعلیم کی جانب توجہ دی۔ ابن رشد کے لڑکپن میں عظیم فلسفی ابن باجہ زندہ تھے اور وہ فلسفہ کی تعلیم دیا کرتے تھے، ابن رشد اس وقت بھی ان کا لیکچر سننے جایا کرتے تھے لیکن ابن باجہ کی وفات 1138ء میں ہوگئی۔ اس وقت ابن رشد کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔

چونکہ ابن رشد کو بچپن سے ہی فلسفہ کا شوق پیدا ہوگیا تھا اس لیے اس نے اب تمام علوم مروجہ سے فارغ ہونے کے بعد بھرپور انداز میں فلسفہ اور طب میں دلچسپی لینا شروع کی۔

تب اس نے ابوبکر بن جزیول اور ابوجعفر بن ہارون الترجالی کی شاگردی اختیار کی اور ان علماء سے فلسفہ وطب کی تحصیل کی۔

جناب ابوجعفر بن ہارون اس وقت اندلس میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور وہ اپنے علوم کے امام تسلیم کیے جاتے تھے۔

ابوقاسم ابن بشکوال قرطبہ کے رہنے والے تھے اور اشبیلیہ میں قاضی تھے۔ وہ اندلس کے عظیم محدث اور مورخ تھے انہوں نے پچاس سے زائد کتب تحریر کی تھیں۔

Marfat.com

ابوجعفر ہارون اشبیلیہ میں سکونت رکھتے تھے اور اپنے وقت کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے انہیں علم و طب میں کمال حاصل تھا۔طبیب کی حیثیت سے ان کی شہرت پورے اندلس میں تھی۔

ابوعبداللہ ماذری، فقہ، حدیث اور اصول فقہ، طب اور ریاضی میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔

علم کلام، طب، منطق اور فلسفہ کی تعلیم ابن رشد نے ابومروان بن جریول اور ابوجعفر بن ہارون الترجالی سے حاصل کی تھی۔

ابوجعفر بن ہارون الترجالی کو الموحد خلیفہ ابویعقوب یوسف کے دربار میں طبیب خاص تھا۔اس نے فقہ کی تعلیم ابوبکر ابن عربی سے حاصل کی تھی۔[9]

ابن رشد نے جب اپنے دور کے تمام مروجہ علوم کی تحصیل کر لی تو وہ ایک غیر معمولی ذہین و فطین نابغہ بن چکا تھا۔

ابن خلدون کے اولین سوانح نگار ابن الابار کا کہنا تھا کہ ابن رشد کی فقہ اور حدیث میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ اس کے اساتذہ بھی اس کے فن کے معترف تھے۔جبکہ طب و فلسفہ میں تو اس کی ہمسری کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔[10]

ابن رشد نے موسیقی، فلکیات، نفسیات اور فزکس میں بھی غیر معمولی استداد حاصل کر لی تھی۔

پروفیسر کوگان بیری(Kogan Barry)ابن رشد اور فلسفہ مابعدالطبیعات کے مضمون میں لکھتا ہے کہ وہ اپنے آپ میں علوم شریعہ، علوم حکمیہ اور علوم علقیہ میں پوری یونیورسٹی تھا۔

اپنی اعلیٰ تعلیم ذہانت اور خاندانی پس منظر کی بدولت ابن رشد پورے اندلس میں شہرت حاصل کر چکا تھا اس لیے اندلس کے علماء، اعلیٰ حکومتی حکام اور فلاسفہ کے حلقہ میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی اور وہ اس حلقہ کا اہم رکن بن گیا۔حلقہ میں علمی مباحث نے اس کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔[11]

Marfat.com

ابن رشد کا علماء اور دانشوروں کا حلقہ

ابن باجہ محدث معروف محدث، فقہی اور فلسفی ابن باجہ کا لیکچر ابن رشد اپنے لڑکپن میں ہی سنا کرتے تھے کیونکہ ابن باجہ کے آپ کے خاندان سے ذاتی مراسم تھے اگر چہ کچھ تاریخ دان اس بات سے متفق نہیں ہیں۔ لیکن معروضی حالات اور واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ابن رشد ابن باجہ کے لیکچر میں شریک ہوا کرتے تھے اس وقت ابن رشد کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی۔

ابن باجہ کا اصل نام محمد کنیت ابوبکر اور باپ کا نام باجہ تھا۔ اس سے وہ ابن باجہ کے نام سے معروف ہوئے۔

ابن باجہ امام غزالی کا ہم عصر تھا اور اندلس کے شہر سرقسطہ میں پیدا ہوا لیکن اپنے فلسفیانہ خیالات کی وجہ سے نوجوانی میں ہی قتل کر دیا گیا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ تاریخ نے اس کی عظمت کے اعتراف میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اسے فلسفے کا امام بھی کہا گیا اور اندلس کا آخری فلسفی بھی۔

طبقات الاطباء کے مطابق وہ علوم کلیہ میں علامہ وقت تھا مورخ ابن سعید لکھتا ہے کہ مغرب میں اس کو وہی درجہ حاصل تھا جو مشرق میں ابونصر فارابی کو حاصل تھا قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے۔

وہ قدماء کے علوم کا عالم اور ادب میں عربیت کا فاضل تھا اس کے شہر میں اس کے ہم عصروں میں سے کوئی اس کے مقام کو نہیں پہنچا۔ اس نے ریاضی، منطق اور ہندسہ پر عظیم الشان کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی وجہ سے وہ قدماء سے آگے بڑھ گیا۔ وہ فلسفی، شاعر اور حافظ قرآن بھی تھا۔

Marfat.com

ابن باجہ ابن رشد کے دادا محمد اور باپ احمد سے ذاتی تعلقات رکھتا تھا اور اکثر ان کے ہاں آ کر مہمان ٹھہرتا تھا۔

ان خاندانی تعلقات کے باعث ابن رشد اپنی کم سنی کے باوجود اس کے درس میں شریک ہوا کرتا تھا۔[12]

ابن طفیل

ابوبکر محمد بن عبدالملک بن طفیل جسے مغرب والے Abubacer کہتے ہیں۔ وہ بارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں صوبہ غرناطہ کے شہر وادی آش میں پیدا ہوا۔ تذکرہ نگاروں نے تاریخ پیدائش کا یقین نہیں کیا۔

لیکن محمد کاظم نے ان کے سن پیدائش کا اندازہ 1110ء لگایا ہے جبکہ ان کی وفات 1185ء میں مراکش میں ہوئی۔ یوسف بن عبدالمومن کا بیٹا یعقوب المنصور اس کے جنازے میں شریک ہوا تھا۔

ابن طفیل عرب کے قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم غرناطہ میں حاصل کی تھی۔ عبدالواحد مراکشی کے مطابق اس نے فلسفے کی تعلیم ابن باجہ سے بھی حاصل کی تھی۔ اس نے فلسفہ، طب، فقہ اور دیگر تمام مروجہ علوم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی لیکن اس کی شہرت اس وقت ہوئی جب اس نے غرناطہ میں طبابت شروع کی۔ اس نے طب میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی تو حاکم غرناطہ نے اسے اپنے دربار میں بلایا اور اپنا مصاحب بنالیا۔

1163ء میں امیر دولت موحدین ابویعقوب یوسف بن عبدالمومن نے اسے اپنے دربار میں بلا کر اپنا طبیب خاص مقرر کیا اس کے بعد اسے قاضی بنا دیا گیا اور بعد میں اسے وزیر بھی بنایا گیا۔

ابن طفیل کو یوسف بن عبدالمومن کا اس قدر قرب حاصل تھا کہ وہ کئی کئی دن شاہی محل میں

Marfat.com

اس کے ساتھ قیام کرتا تھا۔

ابن طفیل کے ابن رشد سے بھی خاص تعلقات تھے۔ ایک دن ابن طفیل نے اس کو امیر یوسف کے دربار میں متعارف کروایا تھا۔

ابن رشد جس کیفیت میں دربار میں داخل ہوا اس کا حال عبدالواحد مراکشی نے خود ابن رشد کی زبانی اس کے ایک شاگرد کی روایت سے بیان کیا ہے۔

جب میں دربار میں داخل ہوا تو ابن طفیل بھی حاضر تھا اس نے امیر المومنین یوسف کے حضور میں پیش کیا اور میرے خاندانی اعزاز اور میری ذاتی لیاقت واوصاف کو اس آب وتاب سے بیان کرنے لگا جو میرے استحقاق سے زیادہ تھے اور جس سے میرے ساتھ اس کی مخلصانہ محبت وعنایت کا اظہار ہوتا تھا۔

یوسف مجھ سے مخاطب ہوا پہلے میرا نام نسب پوچھا پھر اچانک مجھ سے سوال کیا کہ تم حکماء افلاک کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو؟

یعنی ان کے نزدیک عالم قدیم ہے یا حادث؟ یہ سوال سن کر میں ڈر گیا اور چاہا کہ اس سوال کو ٹال دوں۔

چنانچہ میں نے کہا میں فلسفہ سے واقف نہیں، یوسف میری بدحواسی کو سمجھ گیا اور ابن طفیل کی جانب متوجہ ہوا اور اس مسئلہ پر بحث شروع کر دی۔ اس نے جو کچھ افلاطون، ارسطو اور دوسرے حکماء مقلدین نے کہا اس کی تفصیل بیان کرنا شروع کر دی، پھر ان پر جو کچھ اعتراضات کیے گئے تھے ان کو بیان کیا۔

اس کی بحث سن کر میرا خوف دور ہوا مگر اس کی گفتگو سن کر میں حیران بھی ہوا کہ ایک بادشاہ علوم عقلیہ میں اس قدر دسترس رکھتا ہے جو شاید طبقہ علماء میں بھی کم ہی علماء کو معلوم ہو۔

وہ اپنی گفتگو کے بعد پھر مجھ سے مخاطب ہوا تب میں نے آزادی کے ساتھ اپنے خیالات اور معلومات اس مسئلہ پر ظاہر کیے۔ جب میں دربار سے رخصت ہوا تو مجھے زرنقد و خلعت، سواری کے لیے گھوڑا اور قیمتی گھڑی بادشاہ نے عنایت کی۔ [13]

Marfat.com

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

شیخ اکبر ابن عربی ابھی کم عمر ہی تھے کہ ان کے غیر معمولی علم وعرفان کا چرچا اندلس بھر میں ہونے لگا۔ اس وقت اندلس میں چند ہی افراد تھے جو غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ کم سنی کے باعث شیخ اکبر کی شہرت ہوئی، ان کا فلسفہ وحدت الوجود بھی انوکھا اور نرالا تھا۔

ان دنوں معروف فلسفی اور فقیہی ابوالولید ابن رشد قرطبہ کے قاضی القضاۃ تھے۔ شیخ اکبر ابن عربی کے والد ابن رشد کے دوست تھے جو ان کی ادبی محفلوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ابن رشد نے شیخ کے والد سے شیخ اکبر سے ملنے کی خواہش کی۔ چنانچہ شیخ اکبر کے والدین ابن رشد کے کہنے پر شیخ اکبر کو ابن رشد کے پاس لے گئے۔ اس طرح شیخ اکبر اور ابن رشد کی یہ ملاقات تاریخ کا حصہ بن گئی۔

دونوں ہی فلسفی، دانشور اور مذہبی سکالر تھے اور اپنے اپنے کام میں غیر معمولی شہرت کا حامل تھے۔ ابن رشد فلسفہ منطق کے نمائندہ تھے اور شیخ اکبر کشف وعرفان کے نمائندہ تھے۔

ابن رشد سے ملاقات کا واقعہ شیخ اکبر ابن عربی نے اپنی معروف کتاب فتوحات مکیہ میں خود بیان کیا ہے۔ شیخ کا کہنا ہے کہ میں ایک روز قرطبہ کے قاضی ابو ولید ابن رشد کے پاس گیا، انہیں مجھ سے ملاقات کرنے کا بہت شوق تھا کیونکہ انہوں نے میرے متعلق خوب سن رکھا تھا۔ میرے اللہ نے مجھ پر جو اسرار وا کئے تھے ان کے بارے میں انہوں نے سن رکھا تھا وہ ان سنی ہوئی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتے تھے۔

میرے والد صاحب نے مجھے کسی حاجب کے سلسلے میں ان کے پاس بھیجا تھا۔ دراصل ان کا منشا تھا کہ میں ان سے ملوں۔ ابن رشد میرے والد صاحب کے دوستوں میں سے تھے اس وقت میں نوجوان تھا اور ابھی میری مسیں نہ بھیگی تھیں۔

Marfat.com

جب میں ان کے مکان میں داخل ہوا تو وہ محبت اور تعظیم کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ سے معانقہ کیا۔تب مجھ سے کہا ''ہاں'' تو میں نے کہا ''زمین''۔ پہلے وہ خوش تھے لیکن میرا ''نہیں'' سن کر انہیں حیرت ہوئی اور ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔

شاید انہیں اپنے علم کے بارے میں شک پیدا ہو گیا تھا پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا تم نے کشف اور فیض الٰہی میں اس امر کو کیسا پایا۔ کیا وہ وہی کچھ ہے جو کچھ ہمیں سوچنے سمجھنے سے ملتا ہے؟

میں نے کہا ہاں اور ناں، ناں اور ہاں کے درمیان روحیں اپنے مواد سے اور گردنیں اپنے اجسام سے اڑتی ہیں۔

میرے یہ کہنے سے ان کا رنگ زرد پڑ گیا اور وہ کانپنے لگے تب وہ بیٹھ کر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد کرنے لگے کیونکہ وہ اس راز کو جان گئے تھے جس کی جانب میں نے اشارہ کیا تھا۔

دراصل یہ وہی مسئلہ تھا جس کا ذکر اس قطب امام نے کیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے میرے والد صاحب سے دوبارہ ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تا کہ وہ اپنا خیال مجھ پر ظاہر کر سکیں اور دیکھیں کہ ان کی فکر میری فکر سے موافقت رکھتی ہے یا نہیں۔ بے شک وہ ارباب فکر و دانش تھے۔

بعد ازاں ابن رشد، اللہ ان پر رحم فرمائے مجھ پر اس طرح مکشوف ہوئے کہ میرے اور ان کے درمیان صرف ایک مہین سا پردہ حائل تھا اور میں اس پردے کے پار ان کو دیکھ رہا تھا لیکن وہ مجھے نہیں دیکھ رہے تھے دراصل وہ غور و تامل میں مستغرق تھے۔ اس کے بعد میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

595ھ میں ان کا مراکش میں انتقال ہو گیا۔ ان کے جسد خاکی کو قرطبہ لا کر دفن کیا گیا۔ ان کا تابوت ایک بار بردار جانور پر ایک طرف لدا ہوا تھا اور دوسری جانب وزن برابر کرنے

Marfat.com

کے لیے ان کی تصانیف لدی گئی تھیں۔ میں بھی وہاں کھڑا منظر دیکھ رہا تھا۔ میرے ساتھ فقہی اور دانشور ابوالحسن محمد بن جبیر کاتب، سید ابو سعید اور دوست ابوالحکم عمرو بن السراج الناسخ بھی تھے۔ ابوالحکم نے میری طرف رخ کرتے ہوئے کہا ذرا دیکھیے تو اس سواری پر امام ابن رشد کا وزن برابر کرنے کو کیا لادا گیا ہے؟ ایک طرف امام اور دوسری طرف ان کے اعمال یعنی ان کی تصانیف۔ ابن جبیر نے جواب دیا، بیٹا جو دیکھ رہے ہو وہی ٹھیک ہے

میرے لیے امام ابن رشد کی موت سامان عبرت تھی۔ اللہ تعالیٰ سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔[14]

بنی زہر، ابن زہر (Avenzoar)

بنی زہر جوان دنوں علم وفضل اور جاہ حشمت کے مالک تھے ان سے ابن رشد کے قریبی تعلقات تھے۔

اس وقت خاندان ابن زہر میں دو شخص ابومروان بن زہر اور ابوبکر بن زہر نہایت ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ محمد بن مروان بھی زہر ایادی اشبیلیہ کا رہنے والا تھا وہ نہایت مشہور محدث اور فقیہی تھا اس کے بیٹے ابومروان بن عبدالملک نے مشرق میں جا کر علم طب کی تحصیل کی تھی۔ اس نے مشرق سے واپس آ کر ایک عرصہ تک قیروان اور مصر میں طبابت کی، کچھ عرصہ کے بعد اس نے دانیہ میں مجاہد عامری کے دربار کا رخ کیا اور کچھ عرصہ وہاں رہا۔ لیکن دانیہ کی تباہی کے بعد پہلے وطن اشبیلیہ لوٹ آیا۔ پھر آخری عمر تک اشبیلیہ ہی میں رہا۔

ابومروان کے بعد طب اس خاندان کا موروثی پیشہ بن گیا تھا۔ اس خاندان نے اس فن میں اس قدر مہارت اور شہرت حاصل کر لی کہ اس خاندان کے افراد اندلس کے شاہی خاندان

Marfat.com

کے طبیب خاص بن گئے۔

ابومروان بن العلاء بن زہر پہلے ملثمین کے دربار میں داخل ہوا اور جب عبدالمومن سلسلہ موحدین کے پہلے سلطان نے اندلس کو فتح کر کے موحدین کی حکومت سے الحاق کر لیا تو یہ عبدالمومن کے دربار میں چلا گیا۔

عبدالمومن نے اس کی مہارت کی شہرت کے باعث اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کر دیا اس کے بعد بنی زہر کو موحدین کی حکومت میں کچھ ایسا اثر ورسوخ حاصل ہوا کہ یکے بعد دیگرے اس خاندان کے تمام افراد موحدین کے آخری عہد حکومت تک برابر اس خاندان سے وابستہ رہے۔[15]

ابن رشد نے جب تحصیل علم سے فارغ ہو کر پیشہ وارانہ زندگی میں قدم رکھا تو خاندان ابن زہر میں سب سے پہلے مروان بن زہر سے اس کی آشنائی ہوئی پھر رفتہ رفتہ یہ تعلق اتنا بڑھا کہ جب ابن رشد نے طب میں اپنی کتاب ''الکلیات'' تصنیف کی تو ابومروان سے اس نے درخواست کی کہ وہ بھی جزوئیات فن کو ایک کتاب میں مرتب کرے تا کہ یہ دو کتابیں مل کر فن کی تکمیل کریں اور دونوں احباب کا نام ایک ساتھ ہمیشہ زندہ رہے۔

ابن رشد اپنی کتاب ''الکلیات'' کے خاتمہ میں لکھتا ہے۔

میں نے اس کتاب میں فن طب کے امور کلیہ کو جمع کر دیا اور ایک ایک عضو کے امراض کو الگ الگ نہیں بیان کیا۔ اس کی اگر چہ کچھ ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ باتیں امور کلیہ ہی سے مستنبط ہوتی ہیں۔

اگر مجھے ضروری مشاغل سے فرصت ہوئی تو میں اس کے متعلق بھی کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ ابومروان زہر کی ''کتاب التفسیر'' اس کے لیے بہت کافی ہے جو میری درخواست پر ابومروان نے تصنیف کی ہے۔[16]

Marfat.com

چنانچہ خود ابن رشد کے بیان کے مطابق ابو مروان نے ''کتاب التفسیر'' تصنیف کی جس میں معالجات و معاملات کو مخلوط کر دیا تھا۔

ابو مروان کا بیٹا ابو بکر زہر بھی باپ ہی کی طرح طبیب تھا اس کے علاوہ وہ فقیہی اور محدث بھی تھا۔

وہ ایک عرصہ تک باپ کے ساتھ عبدالمومن کے دربار میں ملازم رہا۔ باپ کی وفات کے بعد عبدالمومن کے دربار میں مستقل طور پر طبیب مقرر رہوا۔ 596ء ہجری میں جب الناصر کا عہد حکومت تھا اس نے وفات پائی۔ اس کے بھی ابن رشد سے گہرے تعلقات تھے۔ [17]

❁

Marfat.com

ابن رشد قاضی القضاۃ کے منصب پر

ابن رشد ایک علمی ذہن کا مالک تھا، وہ علمی خدمت کرنا چاہتا تھا اور اس کام کے لیے اسے فراغت کی ضرورت تھی۔

اس کے دادا اور باپ شاہی دربار سے وابستہ رہے تھے۔ اس لیے ابن رشد کے علمی مرتبے کے مطابق اسے بھی شاہی دربار میں عزت وتوقیر دی گئی۔ لیکن ملثمین کو فلسفہ میں کوئی رغبت نہیں تھی۔ کیونکہ شاہی دربار میں بھی اکثر نومسلم بربری تھے جو اسلام قبول کرنے کے بعد صحرا سے آئے تھے اور صرف ملکوں کو فتح کرنا جانتے تھے۔ ان بربروں سے اندلس کے مقامی لوگ کوئی زیادہ خوش نہ تھے۔ انہی وجوہ کی بناء پر اس وقت اندلس میں طوائف الملو کی پھیلی ہوئی تھی۔

جو فلاسفر، علماء اور امراء بادشاہ سے نالاں تھے وہ انقلاب کا بیج بو رہے تھے۔ مراکش میں موحدین ایک نئی قوت بن کر ابھر رہے تھے۔ اس تحریک کا بانی محمد بن تومرت مصمودی تھا۔ وہ مشہور بربری قبیلہ معمودہ کا اہم فرد تھا اور وہ اپنے خاندان کو حضرت علیؓ کی نسل سے بتاتا تھا۔

محمد بن تومرت مصمودی نے مشرق میں جا کر امام غزالی، طرطوشی اور مشہور علماء سے دینی تعلیم حاصل کی تھی اس لیے وہ نہایت فاضل شخص تھا۔

امام غزالی نے اسے مشورہ دیا تھا کہ اندلس جا کر مسلمانوں کی طاقت کو ایک مرکز پر جمع کرو اور احیائے شریعت کا فریضہ انجام دو۔

Marfat.com

محمد بن تومرت مشرق سے واپس مراکش آیا تو اس کی یہاں بہت شہرت ہوئی۔ محمد بن تومرت نے یہاں کے علماء کو مناظرہ میں شکست دی اور بادشاہ علی بن تاشفین بھی اس کا معتقد ہو گیا لیکن اہل دربار اس کے دشمن ہو گئے۔ اس نے اہل دربار کی سازشوں سے اپنی جان کو خطرے میں دیکھ کر جان بچائی اور بربری قبائل کے ہاں پناہ لی۔ ان بربری قبائل میں اس نے اپنی تحریک شروع کی اور اس تحریک کے سلسلے میں اس کی ملاقات موحدین کے بادشاہ عبدالمومن سے ہوئی۔ جب یوسف بن عبدالمومن بادشاہ ہوا تو اس کے محمد بن تومرت کے ساتھ بہت اچھے تعلقات استوار ہو چکے تھے۔ بادشاہ عبدالمومن تومرت کی صحبت میں رہ کر انتہائی مہذب اور دانشور بن گیا۔ عبدالمومن کو تومرت نے اعتماد میں لیا اور عبدالمومن نے مراکش پر قبضہ کر کے ملمثن کی حکومت ختم کر دی۔ اندلس میں بھی بغاوت ہو گئی۔

اندلس کے امراء نے عبدالمومن کو اندلس آنے کی دعوت دی جب وہ اندلس آیا تو اہم علماء اور امراء نے اس کی بیعت کر لی۔ اب اندلس بھی اس کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ [18]

عبدالمومن خود ایک عالم تھا کیونکہ تومرت سے بھی اس نے فیض حاصل کیا تھا وہ اپنے علم و فضل سے اندلس کا مقبول بادشاہ بن گیا۔

یوسف بن عبدالمومن نے اندلس میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد علوم و فنون پر خوب توجہ دی اور خاص کر فلسفہ کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس وقت اندلس میں نامور فلسفی موجود تھے ان فلسفیوں میں ابومروان ابن زہر اور ابن طفیل خاص طور پر مشہور تھے۔ بادشاہ عبدالمومن نے ان دونوں فلسفیوں کو شاہی دربار میں باعزت مقام دیا۔

یوسف بن عبدالمومن خود عالم اور مہذب بادشاہ تھا۔ اسے تعلیم سے بہت محبت تھی اس وقت اندلس میں مدرسوں کا رواج نہ تھا اس لیے اس کی خواہش تھی کہ حکومتی سرپرستی میں مدرسے قائم کرے ان دنوں طالب علم یا تو علماء کے ہاں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرتے تھے یا مسجدوں میں علماء سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

Marfat.com

یوسف بن عبدالمومن نے اس غرض سے کہ مدرسوں کے قائم کرنے میں اسے اعلیٰ تعلیم یافتہ مشیروں کی ضرورت تھی تاکہ تعلیمی نصاب اور مدرسوں کے مہتمم وغیرہ یہ کام بخوبی سرانجام دیں۔

ان دنوں اندلس میں ابن رشد کی تعلیمی حوالے سے بہت شہرت تھی۔ ان دنوں ابن رشد علم ہیت پر تحقیق کے سلسلے میں مصروف تھا جبکہ بادشاہ عبدالمومن مراکش میں بیٹھ کر اندلس کی حکومت کو چلا رہا تھا۔

اس لیے ابن رشد کو اس نے 1153ء میں مراکش بلوایا۔[19]

دراصل ابن طفیل بادشاہ یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں تھا اور اس کے بادشاہ سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ یوسف بن عبدالمومن قرآن اور حدیث کا حافظ تھا۔ اسے فقہ، طب اور فلسفے پر بھی خاص عبور حاصل تھا۔ اس نے مختلف علوم پر بے شمار کتابیں جمع کی تھیں۔ اس لیے ابن طفیل سے وہ اکثر علمی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کیا کرتا تھا۔

ابن طفیل نے ہی ابن رشد کو یوسف بن عبدالمومن سے متعارف کروایا تھا۔ اس پہلی ملاقات کا حال عبدالواحد مراکشی نے خود ابن خلدون کی زبانی اس کے ایک شاگرد کی روایت سے بیان کیا ہے۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

یوسف بن المومن کے دربار میں رسائی حاصل ہونے کے بعد ابن رشد کے لیے ترقی اور شہرت کے دروازے کھل گئے۔

یوسف نے اسے 1169ء میں اشبیلیہ کا قاضی مقرر دیا۔ قاضی مقرر ہونے کے بعد اس نے قرطبہ چھوڑ کر اشبیلیہ میں اقامت اختیار کر لی۔ اس دوران وہ اشبیلیہ کے علاوہ دیگر اضلاع کے دورے کر کے بھی خدمات سرانجام دیتا رہا۔[20]

1171ء میں وہ اشبیلیہ سے واپس قرطبہ لوٹ آیا۔ ان دنوں وہ اپنی سرکاری مصروفیات کے ساتھ ساتھ علمی اور ادبی کام بھی کرتا رہا اس دوران اس نے ارسطو کی کتابوں پر شرحیں بھی

Marfat.com

لکھیں 571ھ،1174ء ہی کے آغاز میں اس نے کتاب البیان اور ایک اور کتاب ایک ساتھ لکھنا شروع کی لیکن اس دوران میں وہ بیمار ہو گیا۔

وہ 1178ء میں مراکو چلا گیا اور یہاں اس نے رسالہ ''ہرالکون'' لکھا۔ ابن رشد 1179ء میں مراکو سے واپس اشبیلیہ آیا تو اس نے علم الکلام پر دو رسالے کشف الادلہ اور فصل المقال تحریر کیے۔

شاہی طبیب اور قاضی القضاۃ

1182ء میں ابن طفیل وفات پا گیا۔ ابن طفیل بادشاہ کا شاہی طبیب تھا۔ ابن رشد ان دنوں مراکش میں تھا۔ یوسف المومن نے اسے اپنا طبیب خاص مقرر کر دیا۔

اسی سال قرطبہ کا قاضی القضاۃ محمد بن مغیث بھی وفات پا گیا تو اس کی جگہ بادشاہ نے ابن رشد کو شاہی طبیب کے عہدے کے ساتھ ساتھ قرطبہ کا قاضی القضاۃ بھی مقرر کر دیا۔

اب ابن رشد کو بادشاہ کے شاہی طبیب کی حیثیت سے مراکش میں اپنی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ قرطبہ جا کر قاضی القضاۃ کے فرائض انجام دینا پڑتے تھے۔

یہ ابن رشد کی ترقی کی آخری منزل تھی اس عہدے پر اس کے دادا اور باپ بھی رہ چکے تھے۔ 580ہجری میں یوسف المومن فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا یعقوب منصور تخت نشین ہوا۔

یعقوب منصور بھی اپنے باپ یوسف کی طرح عالم فاضل تھا۔ یعقوب منصور کے عہد میں اندلس نے بہت عروج حاصل کیا۔ عیسائیوں سے کئی علاقے واپس لے لئے گئے اور عیسائیوں کو بہت سے محاذوں پر شکست ہوئی۔

یعقوب نے بھی اپنے باپ کی طرح ابن رشد کی عزت و توقیر کی بلکہ منصور کے عہد میں ابن رشد کی قدر و منزلت اس قدر ہونے لگی کہ اس سے قبل نہ ہوئی تھی۔

ابن رشد یعقوب منصور کے قریبی دوستوں میں شمار ہونے لگا اور یعقوب منصور اکثر

Marfat.com

اوقات ابن رشد سے علمی موضوعات پر بے تکلف گفتگو کرتا۔ ابن رشد بے تکلفی میں اسے بھائی کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔

اب ابن رشد کے قویٰ کافی کمزور ہو گئے تھے اور وہ مراکش کی بجائے قرطبہ میں ہی رہنے لگا تھا۔ قرطبہ میں وہ اپنا تمام وقت تصنیف و تالیف میں گذارتا یا طلباء کو درس دیا کرتا تھا۔

591ء ہجری میں یعقوب منصور اندلس میں الفانسو کی سرکوبی کے لیے آیا کیونکہ الفانسو نے اندلس کے کچھ علاقوں میں لوٹ مار کی تھی۔

الفانسو کی خبر لینے کے بعد یعقوب منصور قرطبہ آیا اور ابن رشد سے خاص ملاقات کی اس ملاقات کا حال ابن ابی اصیبعہ نے قاضی ابوالولید کے حوالے سے مفصل بیان کیا ہے۔

منصور جب 1195ء میں الفانسو پر حملہ کی غرض سے قرطبہ میں تیاری کرنے کے بعد جانے لگا تو اس نے ملاقات کے لیے ابن رشد کو بلوایا۔

جبکہ منصور کے دربار میں ابو محمد اللہ عبدالواحد کو بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل تھا کیونکہ ابو محمد عبدالواحد منصور کا داماد بھی تھا اور ندیم خاص بھی تھا۔ ابو محمد عبدالواحد کے بیٹے علی کو منصور نے افریقہ کا گورنر بھی مقرر کیا ہوا تھا۔

منصور جب دربار کرتا تو ابو محمد عبدالواحد کی نشست بادشاہ سے تیسرے نمبر پر ہوتی تھی۔ لیکن اس دن منصور نے ابن رشد کو دربار میں بلوا کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور دیر تک اس سے بے تکلفی سے گفتگو کرتا رہا۔ عبدالواحد بادشاہ کا قریبی عزیز اور دوست تھا اس کو ابن رشد سے بہت زیادہ حسد ہو گیا کیونکہ اس دن اس کی نسبت ابن رشد کو بہت زیادہ عزت دی گئی تھی۔

جب ابن رشد دربار میں بادشاہ کے پہلو میں بیٹھا بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا تو ابن رشد کے حاسدوں اور دشمنوں نے دربار سے باہر یہ افواہ اڑا دی کہ منصور نے ابن رشد کے قتل کا حکم جاری کر دیا ہے۔

ابن رشد کے تلامذہ کی بڑی تعداد دربار سے باہر ابن رشد کا انتظار کر رہی تھی یہ افواہ سن

Marfat.com

کر ابن رشد کے شاگرد اور دوست پریشان ہو گئے۔

لیکن جب ابن رشد بادشاہ سے ملاقات کر کے باہر آ گیا تو اس کے دوستوں اور شاگردوں نے اس کو مبارک باد دی۔

ابن رشد بہت ہی دانا شخص تھا اس نے بھانپ لیا تھا کہ اب حالات اس کے حق میں نہیں رہیں گے اور بادشاہ سے قربت پر خوشی کے بجائے افسوس کا اظہار کیا اور کہا یہ خوشی کا نہیں بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ اس طرح کی بادشاہ کی قربت میرے لیے خطرناک نتائج پیدا کرے گی۔[21]

پھر ایسا ہی ہوا، ابن رشد کے سوانح نگاری ارنسٹ رینان کا کہنا ہے کہ بادشاہ کا یہی قرب اور تکریم ابن رشد کی بربادی کا باعث ہوا۔

❀

Marfat.com

ابن رشد کی رسوائی اور بربادی

ابن رشد اندلس کا ایک ایسا شاندار مایہ ناز فلسفی، دانشور، فقیہی اور سائنسدان تھا جس نے اپنے علمی بل بوتے پر اندلس میں ذہنی شعور و آگہی کو نئی راہیں دکھائیں لیکن زمانے کی کجروی نے اس کو تحسین پیش کرنے کے بجائے، رسوائی، بدنامی اور بربادی کے سوا کچھ نہ دیا۔

وہ کوپرنیکس اور گلیلیو کی طرح رسوا کیا گیا اور آخری عمر میں شاہی عتاب کا نشانہ بنا۔

ابن رشد کی رسوائی اور بربادی ایک بہت بڑا واقعہ تھا اس لیے وقت کے مورخین نے اس کی رسوائی اور بربادی کے اسباب اپنی اپنی تحقیق کی بنا پر بیان کئے ہیں۔

ابن رشد کے معروف سوانح نگار ارنسٹ رینان نے اس کی رسوائی اور بربادی کا سبب انصاری کی روایت سے یوں بیان کیا ہے۔

کہ یعقوب ابن منصور کا بھائی ابو یحییٰ قرطبہ کا گورنر تھا۔ ابو یحییٰ کے ساتھ ابن رشد کا بہت تعلق تھا اور یعقوب ابن منصور سے بھی زیادہ بے تکلفی تھی۔ ابو یحییٰ ابن رشد سے انتظامی امور اور ذاتی امور میں مشورے وغیرہ بھی لیا کرتا تھا۔

یعقوب کو ابن رشد کی یحییٰ کے ساتھ بے تکلفی اور میل جول پسند نہ تھا یعقوب یحییٰ سے پہلے ہی کچھ ناراض تھا اب اس میل جول سے اسے شدید صدمہ ہوا اور وہ ابن رشد سے بھی ناراض ہو گیا اور اس کو سزا دینا چاہتا تھا لیکن ابن رشد کے دوسرے محققین نے اس روایت کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی۔[22]

Marfat.com

ابن رشد کی رسوائی اور بربادی کا ایک اور سبب بیان کرتے ہوئے ابن ابی اصیبعہ نے بیان کیا ہے۔

کہ ابن رشد نے ارسطو کی مشہور کتاب الحیوانات کی شرح لکھی تھی اس نے مختلف جانوروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ زرافہ کو میں نے خود بھی اپنی آنکھوں سے بادشاہ بربر یعنی یعقوب کے ہاں دیکھا ہے۔

بادشاہ کو ابن رشد کا یہ خطاب کرنے کا طریقہ بالکل اچھا نہ لگا اور اس نے اپنی توہین محسوس کی اس طرح یعقوب جس نے ابن رشد کو انتہائی عزت بخشی تھی اس سے بدظن ہو گیا اور اس کو رسوا کرنے کی ٹھان لی۔

قاضی ابومروان الباجی اور انصاری کی یہ متفقہ رائے ہے جو ان کے الفاظ میں یوں ہے۔

ابن رشد کی بربادی کا ایک سبب یہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب حیوانات میں زرافہ کے ذکر میں لکھا کہ میں نے اس جانور کو بادشاہ بربر کے یہاں دیکھا ہے یہ عبارت خود اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔

یعقوب ابن منصور کو جب اس بات کی اطلاع دی گئی تو وہ ابن رشد کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔

ابن منصور کو یہ لفظ بربر بہت زیادہ ناگوار گزرا اگرچہ ابن رشد نے بادشاہ سے معذرت بھی کی تاہم منصور کا غصہ کم نہ ہوا۔

انصاری مزید لکھتا ہے:

جس صحبت میں منصور کو یہ اطلاع دی گئی تھی اس میں ابن رشد کا دوست ابوعبداللہ اصولی (جو اس کے ساتھ بعد میں جلاوطن کیا گیا) بھی موجود تھا اور اس سے پہلے اس صحبت میں یہ بحث ہو چکی تھی کہ حق کے خلاف جو شہادت پیش کی جائے اس پر عمل کرنے سے ممانعت کر دی جائے تو اس پر ابوعبداللہ اصولی بول اٹھا کہ روپیہ کے لیے حق کے خلاف شہادت دینے سے تو روکا جاتا

Marfat.com

ہے مگر ایک مسلمان کے قتل کے معاملہ میں ہر شہادت قبول کر لی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا ابن رشد پر یہ غلط اتہام لگایا ہے۔ اس نے اصل میں یہ لکھا ہے کہ میں نے اس جانور کو دونوں برون (یعنی افریقہ واندلس) کے بادشاہ کے یہاں دیکھا ہے۔ ابوعبداللہ اصولی کی یہ بحث اس وقت پسند کی گئی اور منصور اپنی کدورت چھپا گیا۔''

منصور کو ابوعبداللہ کی یہ بیجا مداخلت بھی ناگوار گزری۔ اس وقت تو وہ خاموش ہو گیا لیکن اس کے بعد جب ابن رشد کو گرفتار کیا ہے تو اس کے ساتھ ابوعبداللہ اصولی کو بھی گرفتار کر کے جلا وطن کر دیا۔

یہ روایت اس لیے قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ منصور بالطبع نہایت فخر پسند بادشاہ تھا اہل یورپ نے بیت المقدس کو جب مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھین لیا تو صلاح الدین نے منصور کے پاس شام کے ایک رئیس ابن منقذ کو یہ پیام دے کر بھیجا کہ اسلام کی حمایت کا وقت ہے۔ منصور ہر طرح مدد دینے کے قابل تھا اور اعانت کرنا بھی چاہتا تھا لیکن اتنی بات پر برہم ہو گیا کہ صلاح الدین نے خط میں اس کو امیر المومنین کے لقب سے مخاطب نہیں کیا تھا۔

صلاح الدین کا تو صرف یہ قصور تھا کہ اس نے منصور کو تمام دنیا کا امیر المومنین نہیں مانا، ابن رشد نے یہ غضب کیا کہ منصور کو صرف بربر بادشاہ کے لقب سے یاد کیا، اس سے بڑھ کر منصور کی کیا اہانت ہو سکتی تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ ابوعبداللہ نے ابن رشد کی جانب سے ایک عذر لنگ تراشا، چنانچہ خود بھی ابن رشد کے ساتھ لپیٹ میں آ گیا۔[23]

انصاری ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ابن رشد فلسفہ میں ہر وقت گم رہتے تھے۔ اس سبب سے اس کی زبان سے بعض اوقات کچھ ایسے الفاظ نکل جاتے تھے کہ ان الفاظ کو عوام پسند نہیں کرتے تھے۔ ابن رشد اس وقت عہدہ قضاء پر فائز تھے اس لیے لوگ ان پر تنقید کرنے سے باز رہتے تھے لیکن ایسے ناگوار الفاظ کی شکایتیں اکثر بادشاہ تک پہنچ جاتی تھیں۔

انصاری ہی کا بیان ہے کہ ابوالحسن رعینی نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے شیخ ابومحمد عبدالکبیر

Marfat.com

کا ابن رشد کے ساتھ اس زمانہ میں بہت قریبی تعلق تھا جبکہ ابن رشد قرطبہ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے۔ شیخ ان دنوں ابن رشد کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔

ابوالحسن رعینی کا کہنا تھا ایک دن شیخ صاحب سے ابن رشد کی دین داری کا ذکر چھڑ گیا تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ ابن رشد کے متعلق جو کچھ غلط طور پر مشہور ہے وہ سب کچھ بے اصل ہے کیونکہ میں نے دینی حیثیت سے کبھی ابن رشد کے قول اور فعل میں ایسی چیز نہیں دیکھی جو خلاف دین یا قابل گرفت ہو۔

لیکن ایک بار ان کی زبان سے ایک سخت جملہ نکل گیا تھا یہ واقعہ یوں ہوا تھا کہ ایک مرتبہ اندلس میں نجومیوں اور منجموں نے یہ بلاوجہ افواہ اڑا دی تھی کہ فلاں دن بادوباراں کا ایک زبردست طوفان آئے گا اس طوفان بادباراں سے تمام انسان مر جائیں گے۔ منجموں کی یہ افوہ سن کر اندلس کے لوگ پریشان ہو گئے بلکہ کچھ لوگوں نے تو غاروں اور تہہ خانوں میں پناہ ڈھونڈنے کا انتظام بھی کر لیا۔

جب اس افواہ کی بہت زیادہ شہرت ہوئی اور لوگوں کی پریشانی بڑھ گئی تو قرطبہ کے گورنر نے اس افواہ کی حقیقت جاننے کے لیے قرطبہ کے مدبروں کی مجلس بلائی۔ اس مجلس میں ابن رشد اور ابن بندود بھی موجود تھے۔

ابوالحسن محمد عبدالکبیر بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ میں نے ابن رشد سے مخاطب ہو کر کہا اگر یہ پیشن گوئی صحیح نکلی تو یہ دوسرا بڑا طوفان ہوگا، کیونکہ قوم عاد کے بعد اس قسم کا طوفان کبھی نہیں سنا گیا۔ میری بات سن کر ابن رشد نے بے اختیار جھلا کر کہا، خدا کی قسم قوم عاد کا وجود ہی ثابت نہیں تو پھر طوفان کا ذکر ہی کیا۔

ابن رشد کا یہ جملہ سن کر تمام حاضرین مجلس سخت حیرت زدہ رہ گئے کیونکہ ابن رشد کے یہ کلمات صریح کفر اور تکذیب قرآن پر دلالت کرتے تھے اس لیے حاضرین مجلس جو کہ علماء اور فاضل لوگ تھے ابن رشد سے بدظن ہو گئے۔ [24]

Marfat.com

ایک اور روایت شمس الدین ذہبی کی ہے کہ ابن رشد کی کچھ کتابوں میں کفر و الحاد کی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ وہ کتابیں ابن رشد کے حاسدین نے یعقوب منصور کے سامنے پیش کر کے اسے ابن رشد سے بدظن کر دیا۔

ذہبی کہتے ہیں کچھ افراد جو کہ قرطبہ کے ذی حیثیت لوگ تھے اور ابن رشد سے دشمنی رکھتے تھے نے یعقوب منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر ابن رشد کی کچھ کتابیں پیش کیں۔ ابن رشد کی یہ کتابیں ارسطو یونانی کی کتابوں کی تلخیص اور ترجمہ پر مشتمل تھیں ان میں لکھا ہوا تھا کہ زہرہ جو ایک سیارہ ہے وہ ستارہ ایک دیوتا کا درجہ رکھتا ہے۔

منصور نے یہ عبارت دیکھ کر شہر کے عمائدین کو جمع کیا اور اس مجمع عالم میں ابن رشد کو بھی بلوایا اور یعقوب منصور نے اس سے پوچھا کہ یہ عبارت تم نے لکھی ہے ابن رشد نے انکار کیا اور کہا یہ ارسطو یونانی نے لکھا ہے میں نے تو ترجمہ کیا ہے۔

اس کے بعد یعقوب منصور نے یہ عبارت لکھنے والے کو برا بھلا کہا اور اس کے ساتھ ہی مجمع نے بھی اس پر لعنت کی۔

تب ابن رشد کو ذلت و رسوائی کے ساتھ دربار سے نکال دیا گیا۔[25] طبقات الاطباء میں ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں کہ ابن رشد کی تباہی کا باعث صرف یہ تھا کہ وہ زیادہ وقت فلسفے کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہتا تھا اور اپنے اس شغل میں کسی کی پرواہ نہ کرتا تھا۔

فلسفے میں منہمک ہونے کے باعث کبھی کبھار اس کی زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل جاتے تھے جو کہ خلاف مذہب ہوتے تھے اور یعقوب منصور اسی بنا پر اس سے مذہبی طور پر متعصب ہو گیا تھا۔

اس لیے اس نے ابن رشد پر الحاد اور بے دینی کا الزام لگایا۔ یہ ایک بہت ہی حیرت انگیز واقعہ تھا اس لیے ابن رشد کے تمام ہم عصروں میں ایک سنسنی سی پھیل گئی تھی اور ہر کوئی اس واقعہ کی حقیقت جاننے سے گریز کرتا تھا تا کہ اس پر بھی بادشاہ کا عتاب نازل نہ ہو جائے۔ اس واقعہ

Marfat.com

نے تمام اندلس میں خوف و دہشت پھیلا دی۔

ابن رشد کے فلسفہ اور ذاتی زندگی پر تحقیق کرنے والے تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ابن رشد سے بادشاہ شاید مندرجہ بالا واقعات کی نسبت سے خفا تھا لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ بارہویں صدی عیسوی میں فلسفہ کو اسلامی دنیا میں خلاف مذہب خیال کیا جاتا تھا۔

دینی علماء فلسفہ کی طاقت کو ختم کر کے اپنا اقتدار چاہتے تھے اس لیے بربر بادشاہ کو دینی علماء اور ابن رشد کے حاسدوں نے اکسایا۔ یہ لوگ اس کی شہرت اور بادشاہ کی قربت کی وجہ سے اسے پسند نہ کرتے تھے۔ یہی اس کی رسوائی اور بربادی کا باعث بنے۔

ابن رشد کے ہمعصر علماء سائنس اور فلسفہ کی تعلیمات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ فلسفہ یونان کے مترجمین کو اکثر الحاد اور بے دینی کے فتوؤں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ابن رشد سے پہلے امام غزالی بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں فلسفہ کی انتہا درجہ کی تردید کر چکے تھے اور ان کی تصنیف تہافت الفلاسفہ بہت شہرت حاصل کر چکی تھی۔

ان دنوں ہر جانب سے برابر خبریں آ رہی تھیں کہ فلاں مقام پر فلسفہ کی کتابیں نذر آتش کی گئیں آج فلاں فلسفی کا کتب خانہ نذر آتش کیا گیا اور آج فلاں فلسفی کو حکومت کے عہد سے معزول کر دیا گیا۔

1150ء میں خلیفہ مستنجد کے حکم سے بغداد میں ایک مشہور قاضی کا کتب خانہ اس لیے برباد کیا گیا کہ اس میں فلسفہ کی کتابیں تھیں اور خاص کر ابن سینا کی تصنیفات اور رسائل اخوان الصفا کی کتابیں تھیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے الرکن عبدالسلام اپنے باپ کی طرح ہی نیک صوفی منش اور فلسفہ میں دلچسپی رکھتے تھے وہ اپنے قول و فعل میں اپنے والد محترم کی طرح صاحب علم و بصیرت تھے۔

انہوں نے اپنے کتب خانے میں بے حد نایاب کتابیں جمع کر رکھی تھیں ان کے دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ وہ فلسفہ کی کتابیں پڑھتے ہیں اس لیے دین سے خارج ہو کر بے دین ہو گئے

Marfat.com

ہیں ایسا الزام اس زمانہ میں بہت ہی سخت تھا اور اس کی سزا بھی بہت زیادہ تھی۔ معتزلہ اور باطینہ نے بھی مذہب کو بے حد بدنام کر رکھا تھا۔

جبکہ امام صاحب کا ان فرقوں یا شعائر اسلام کے خلاف کسی قسم کا تعلق نہ تھا ان کو بھی اسی الزم میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔

ان کے کتب خانے کی جانچ کی گئی جہاں سے فلسفہ کی بے شمار کتب برآمد ہوئیں ان پر فلسفہ کا جرم ثابت ہو گیا۔

خلیفہ ناصر نے حکم دیا کہ ان کی کتابیں ایک جگہ ڈھیر لگا کر جلا دیں جائیں اس کام کے لیے ابن المارستانیہ کو مامور کیا گیا ابن المارستانیہ بغداد کے شاہی ہسپتال کے طبیب اول تھے اور بہت ہی عالم فاضل تھے۔

ان کے بیٹھنے کے لیے ایک بڑا ممبر مہیا کیا گیا۔ اس ممبر پر بیٹھ کر انہوں نے وعظ کیا اور عبد السلام کی اس لیے مذمت کی کہ ان کے پاس فلسفہ کی کتابیں ہیں۔ [26]

ایک یہودی حکیم یوسف بستی کا بیان ہے کہ ان دنوں میں تجارت کے سلسلہ میں بغداد میں تھا میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابن الہیثم کی علم ہیئت کی ایک تصنیف ابن المارستانیہ کے ہاتھ میں ہے، جسے وہ چاروں طرف گھما گھما کر مجمع کو دکھا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا اے لوگو! یہی کتاب کفر کا سرچشمہ ہے یہی کتاب فتنہ کا باعث ہے اس نے بعد میں کتاب کے ٹکڑے کر کے اسے آگ میں جھونک دیا۔

یوسف بستی کا کہنا تھا کہ ابن المارستانیہ کے ان جملوں پر مجھے بہت غصہ آ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص پرلے درجہ کا جاہل ہے علم ہیئت کو کفر سے کیا واسطہ؟ اس رسم کتب سوزی کے بعد عبد السلام قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔ [27]

یہ تھے وہ حالات جن میں فلسفہ و سائنس کو کفر و الحاد سے تعبیر کیا جا رہا تھا مشہور علمائے سائنس و فلسفہ کو قید خانوں میں ڈالا جا رہا تھا اور ان کے کتب خانوں کو برباد کیا جا رہا تھا۔ ابن

Marfat.com

رشد سے قبل اگر چہ ابن باجہ کو کئی بادشاہوں کی سر پرستی حاصل رہی تھی لیکن آخری عمر میں اسے بھی فلسفہ وسائنس میں دلچسپی کی پاداش میں پابند سلاسل کیا گیا۔

اس کے علاوہ ابن رشد نے موحدین کے دور حکومت میں اگر چہ فلسفہ وسائنس میں خوب ترقی کی لیکن حکومت کی اصل بنیاد مذہب پر ہی تھی۔

ابن رشد نے اگر چہ سائنس اور فلسفہ کی رو سے کئی اسلامی عقائد کو بے بنیاد کر دیا لیکن اس نے اس سے بھی زیادہ غضب یہ کیا کہ امام غزالی کی تصنیف تہافت الفلاسفہ کا رد لکھا اور اپنی کتاب میں کئی مقامات پر امام صاحب کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کیے جبکہ امام غزالی موحدین کے استاد تھے اور محمد بن تومرت نے امام صاحب سے ہی فیض حاصل کیا تھا اور محمد بن تومرت موحدین کی حکومت کا بانی تھا۔

ابن رشد کے فلسفیانہ اور سائنسی نظریات ان کے عہدے اور شہرت کی بنا پر پورے ملک میں پھیل گئے تھے اس لیے مذہبی علماء نے اس کے خلاف خوب واویلا کیا تھا۔ حاسدوں نے بھی اس سے خوب موقع پایا اور بات کو بڑھا چڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا۔ ان تمام واقعات کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر یعقوب منصور ابن رشد سے باز پرس نہ کرتا تو اندلس کے عوام بادشاہ سے بدظن ہو سکتے تھے۔

اس لیے منصور نے ابن رشد کو جلاوطن کر کے اور تمام مراعات سے محروم کر کے عوام میں اپنے آپ کو مقبول رکھنے کی کوشش کی تھی۔ [28]

ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ قرطبہ کے بعض فقہاء نے جو ابن رشد کے جانی دشمن ہو رہے تھے، اس کے علم، شہرت اور بادشاہ سے قربت کی بنا پر اس سے انتہا درجے کا بغض رکھتے تھے۔

جن دنوں یعقوب ابن منصور اشبیلیہ میں قیام پذیر تھا تو اندلس سے بہت سے فقہی سو سے زائد گواہوں کے ساتھ اس کے حضور پیش ہوئے اور ابن رشد کے بارے میں یعقوب

Marfat.com

منصور سے کہا کہ وہ فاسد العقیدہ بے دین ہے اور ثبوت کے طور پر اس کے ہاتھ کی تحریریں بھی بادشاہ کو پیش کیں۔ علاوہ ازیں وہ تحریر بھی بادشاہ کو دکھائی جس میں بادشاہ کو ملک البربر لکھا گیا تھا اور وہ تحریر بھی تھی جس میں زہرہ دیبی (یعنی ستارہ زہرہ دیوتا) ہے، کا ذکر تھا۔

جب منصور فقہاء کی شہادتوں سے عاجز آ گیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ابن رشد اور اس کے شاگردوں کو مجمع عام میں حاضر کیا جائے۔

اس مقصد کے لیے قرطبہ کی جامع مسجد کا انتخاب کیا گیا، اس لیے بادشاہ اس کے افسران اور مدعی فقہی سب کے سب اشبیلیہ سے قرطبہ آ گئے۔ جامع مسجد قرطبہ میں ایک بہت بڑا اجتماع ابن رشد کے مقدمہ کی سماعت کے لیے ہوا۔ [29]

ابن رشد کے اس مقدمہ کی تفصیل انصاری سے خوب لکھی ہے۔ قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا کیا گیا اس مجمع میں اندلس کے تمام فقہاء اور علماء شریک تھے اور خود بادشاہ نے بھی دربار کیا۔

اس مجلس میں ابن رشد کا فلسفہ تشریح و تفسیر کے ساتھ منصور اور حاضرین کے سامنے پیش کیا گیا (حاسدین نے اس پر حاشیے بھی چڑھا دیئے تھے) یہ سارا فلسفہ بے دینی پر مشتمل تھا۔

اس لیے مجلس کا کہنا تھا کہ اسلام کی حفاظت کی جانی ضروری ہے بادشاہ کے سامنے تمام لوگوں کو بتایا گیا کہ ابن رشد گمراہ اور لعنت کا مستوجب ہو گیا ہے۔

ابن رشد کے ساتھ قاضی ابوعبداللہ اصولی بھی اسی الزام میں دھر لئے گئے تھے کیونکہ ان کے کلام سے بھی کئی جگہوں پر بے دینی کا اظہار ہوتا تھا۔

اس لیے ابن رشد اور قاضی ابوعبداللہ اصولی دونوں ہی الحاد کے ملزم ٹھہرائے گئے۔ سب سے پہلے قاضی ابوعبداللہ ابن مروان نے کھڑے ہو کر مجلس میں تقریر کی کہ ہر چیز میں نفع اور نقصان ہوتا ہے اس لیے نفع اور نقصان کا فیصلہ نوعیت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ اگر نفع کا غلبہ ہے تو اس چیز کو نافع کہتے ہیں اگر نقصان کا غلبہ ہو تو اسے نقصان رساں کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد ابو علی بن حجاج نے کھڑے ہو کر تقریر کی وہ بھی بہت مشہور خطیب تھے اس نے اعلان کیا کہ ابن رشد ملحد اور بے دین ہو گیا ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے ابن رشد کو حکم دیا کہ اس امر کا جواب دے اور ساتھ ہی ابن رشد کو کچھ تحریریں دکھائیں اور پوچھا یہ کفر کی تحریریں تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں ابن رشد نے انکار کیا۔ تب بادشاہ نے یہ تحریر لکھنے والے پر لعنت کی اور مجمع نے آمین کہا۔

ابن رشد کا جرم انہوں نے ثابت کر دیا۔ مجمع بہت ہی غضب میں تھا اور ابن رشد کی بوٹیاں نوچ لینا چاہتا تھا لیکن بادشاہ کی وجہ سے ایسا کرنے سے باز رہا۔ انصاری مزید لکھتے ہیں کہ حاسدین نے بادشاہ کے سامنے اور مجمع میں یہ بھی کہا کہ ابن رشد کے خاندان کا کچھ معلوم نہیں ہے کیونکہ اندلس میں عرب قبائل میں کسی سے بھی اس کا تعلق نہیں جڑتا۔ اس لیے ابن رشد کسی یہودی خاندان سے ہے۔

کچھ لوگوں نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ ابن رشد اصل میں یہودی مذہب رکھتا ہے اور ظاہر میں مسلمان بنا ہوا ہے۔

ان تمام جھوٹی شہادتوں سے ابن رشد کا جرم ثابت کر کے بادشاہ سے سزا کا تقاضا کیا گیا۔[30]

ابن رشد کی سزا

بادشاہ نے ابن رشد کے قتل کا حکم تو جاری نہ کیا لیکن قتل سے بھی اذیت ناک سزا یہ دی کہ اسے اندلس کے ایک غیر معروف مقام لوسینیا میں جلاوطن کر دیا۔ اسے لوسینیا میں بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ خالص یہودیوں کی آبادی تھی۔ دوسری قوم کا کوئی فرد وہاں سکونت نہ رکھتا تھا۔

ابن رشد کے علم وفضل اور اس کی ذات کی جو رسوائی کی گئی یہ سزا اس کے لیے انتہائی اذیت ناک تھی جس نے اس کی روح کو کچل کر رکھ دیا۔ اس کے علم و تدبر اور عزت نفس کی

Marfat.com

دھجیاں اڑادی گئیں۔[31]

لیکن علم و آگہی کے دشمن اب بھی مطمئن نہ تھے۔ بادشاہ کو فلسفہ و سائنس کی ترقی روکنے کے لیے مزید کئی سخت اقدامات اٹھانا پڑے۔

قاضی ابو مروان باجی کہتے ہیں کہ عوام کی شدت دیکھ کر منصور نے ایک خاص محکمہ اس غرض سے قائم کیا کہ فلسفہ و منطق کی کتابیں ہر جگہ سے اکٹھی کر کے جلادی جائیں۔ ایسی کتابیں پڑھنے، لکھنے اور دیکھنے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی جاتی تھیں۔

منصور نے اپنے کاتب ابو عبداللہ ابن عیاش سے ایک فرمان لکھوا کر تمام ملک میں اعلان کروایا تھا۔ اس فرمان میں ابن رشد کے عبرت ناک واقعہ کو خاص طور پر یاد دلایا گیا تھا کہ فلسفہ اور سائنس کی کتابیں لکھنے اور پڑھنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔

ابن رشد کو جلاوطن کرنے کے علاوہ اس دور کے کئی بڑے بڑے علماء کو بھی الگ الگ مقامات پر جلاوطن کر دیا گیا۔

ان علماء میں ابو جعفر الذہبی، قاضی ابو عبداللہ اصولی، بجایہ کے قاضی محمد بن ابراہیم ابو الربیع الکلفیف، ابو العباس الحافظ الشاعر القرابی اور کئی دیگر غیر معروف علماء بھی تھے جنہیں جلاوطنی کی سزا دی گئی۔

جب ابن رشد کو فلسفہ کی پاداش میں جلاوطنی کی سزا دے کر اس کے تمام منصب چھین کر اُسے بے یارو مددگار لوسینیا بھیج دیا گیا تو اس کے حاسدین نے اپنی کامیابی پر خوشیاں منائیں اور کئی شعراء نے اس کی سزا کے حوالے سے نظمیں بھی لکھیں کہ اسلام ایک ملحد سے پاک ہو گیا۔[32]

انصاری نے ابو الحسن بن قطرال کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ خود ابن رشد کا بیان ہے کہ اسے لوسینیا میں عام لوگوں سے ملنے کی آزادی نہ تھی۔ بلکہ ایک واقعہ سے مجھے شدید صدمہ ہوا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دن میں اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ قرطبہ کی جامع

Marfat.com

مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گیا تو چند بازاری قسم کے لوگوں نے مجھے مسجد میں داخل نہ ہونے دیا اور ہنگامہ کر دیا اور ہم دونوں کو نماز ادا نہ کرنے دی۔ اس سے میں نے اپنی شدید ذلت محسوس کی۔[33]

ابن رشد کی جلاوطنی انتہائی سخت قسم کی قید تھی۔ کوئی اجنبی شخص اس سے نہیں مل سکتا تھا۔

تاج الدین ابن حمویہ جس نے اسی زمانہ میں مغرب کی سیاحت کی تھی بیان کرتا ہے کہ جب میں اندلس گیا اور لوسینیا میں میں نے ابن رشد سے ملنا چاہا تو معلوم ہوا کہ معتوب شاہی ہونے کی وجہ سے اس سے کوئی ملاقات نہیں کر سکتا۔

ابن رشد کے کچھ سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ اس کے زمانہ جلاوطنی میں کچھ یہودی تلامذہ اس سے فلسفہ پڑھا کرتے تھے۔

موسیٰ بن میمون جو کہ ایک یہودی تھا، اسی جلاوطنی کے دور میں اس کے شاگردوں میں شامل تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہودی لوگ اس سے مل سکتے ہوں اور عام لوگوں کو ملنے کی اجازت نہ ہو۔

کچھ تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ منصور خود فلسفہ و سائنس کا شیدائی تھا۔ دراصل اس نے ابن رشد، عقلی علوم کے علماء اور فلسفہ کی کتب کو تلف کرنے کا کام صرف عوام کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا تھا۔

کیونکہ ایک تو وہ عیسائیوں کی سرکوبی کے لیے کئی محاذوں پر جنگ میں الجھا ہوا تھا اور دوسرا عوام اس کی فلسفہ کی سرپرستی کی بنا پر اس کے خلاف ہو رہے تھے۔

اس لیے وہ فلسفہ کی بربادی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے فلسفہ کو معدوم ہونے سے بچانے کے لیے ابوبکر بن زہر سے کہا کہ تم تمام اندلس سے فلسفہ کی کتب اس بہانہ سے اپنے پاس اکٹھی کر لو کہ ان کو تلف کیا جائے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ فلسفہ کی تمام کتب ضائع کر دی گئیں ہیں۔

Marfat.com

جبکہ ابوبکر بن زہر خود فلسفہ دان تھا اس لیے اس کے پاس جو بھی فلسفہ کی کتب جمع کی جائیں گی وہ تمام کتابیں ابوبکر بن زہر محفوظ کر لے گا اور وہ برباد ہونے سے بچ جائیں گی۔
ابوبکر بن زہر کے پاس فلسفہ کی سینکڑوں کتابیں ذاتی کتب خانے میں موجود تھیں اور یہ نادر کتابیں عوام کے علم میں نہ تھیں۔

اس تدبیر سے ابوبکر بن زہر نے فلسفہ کی تمام نادر کتابیں محفوظ کر لیں تھیں۔ منصور کو ابن زہر پر بہت اعتماد تھا اور اس کی دیانتداری سے بہت متاثر تھا ابن زہر قرآن کا حافظ، محدث اور فقیہ تھا اس لیے منصور اس پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ عوام ابن زہر سے مطمئن تھی لیکن ایک شخص ابن زہر کے تمام مشاغل فلسفہ سے واقف تھا اور اس کا دشمن خاص تھا وہ ابن زہر سے عرصہ سے بغض اور حسد رکھتا تھا۔

اس شخص نے ایک درخواست تیار کی اور بہت سے لوگوں سے دستخط بھی اس درخواست پر کروا لیے۔ اس نے یہ درخواست منصور کے نام لکھی اور لکھا تھا کہ ابن زہر فلسفہ دان ہے دن رات فلسفے میں مشغول رہتا ہے اور فلسفہ کی ہزاروں کتابیں اس کے کتب خانہ اور گھر میں موجود ہیں۔

ان دنوں منصور اشبیلیہ کے قریب پرفضا مقام حصن الفرح پر موجود تھا۔
جب اس شخص کی درخواست منصور کے سامنے پیش کی گئی تو درخواست پڑھ کر منصور غصے میں آ گیا۔ دراصل منصور ابن زہر پر انتہا درجے کا اعتماد کرتا تھا اور ابن زہر کے خلاف کسی سے ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتا تھا۔ اس لیے منصور نے حکم دیا کہ درخواست دہندہ کو گرفتار کر کے زنداں میں ڈال دیا جائے۔ منصور کے حکم کی تعمیل کی گئی اور حاسد درخواست دہندہ جیل میں ڈال دیا گیا تو اس کی درخواست کے تصدیق کنندہ ڈر کر روپوش ہو گئے۔
منصور نے عوام سے کہا کہ اگر سارا اندلس جمع ہو کر شہادت دے تو بھی مجھے ابن زہر کی نسبت بدگمانی کا خیال تک پیدا نہیں ہوگا۔[34]

Marfat.com

ابن رشد کی رہائی اور عہدہ قضاء پر تعیناتی

منصور ابن رشد اور دیگر عقلی علوم کے علماء کو سزا دینے کے بعد طالیڈو کی جانب عیسائیوں کی سرکوبی کے لیے چلا گیا۔ وہ کچھ عرصہ کے بعد اشبیلیہ لوٹ کر آیا تو ابن زہر نے منصور کے سامنے پھر ابن رشد کا مقدمہ پیش کیا۔

منصور نے ابن زہر سے کہا کہ میں نے جو کچھ ابن رشد کے ساتھ کیا وہ صرف ایک حکمت عملی تھی اور اس سے عوام میں ابن رشد کے خلاف شورش کو دبانا مقصود تھا۔

ابن زہر کے علاوہ اشبیلیہ کے کئی معززین نے ابن رشد کے حق میں گواہی دی تھی کہ ابن رشد پر الزام غلط ہے۔

اس لیے منصور نے ابن رشد کی فوری رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ جبکہ کچھ مورخین کا بیان ہے کہ اشبیلیہ واپس لوٹنے پر جب منصور کو ابن رشد کی ذلت اور مفلسی کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابن رشد کو رہا کرنے کی یہ شرط رکھی کہ وہ جامع مسجد کے دروازے پر ننگے سر کھڑا رہے کہ جب تک لوگ نماز نہیں پڑھ لیتے۔ اس طرح ابن رشد کو مسجد کے دروازے پر کھڑا کر کے اس کا قصور معاف کیا گیا لیکن اس واقعہ میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بیان بھی حاسدین کا معلوم ہوتا ہے۔[35]

ابن رشد کی رہائی کا ایک واقعہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ منصور جب طلیطہ سے لوٹ کر واپس مراکش آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ مراکش کا قاضی بہت ہی ظالم ہے اور لوگ اس کی بے شمار شکایتیں کرتے ہیں۔ قاضی مراکش کی بہت سی شکایتیں منصور تک بھی پہنچیں تھیں۔

منصور چونکہ ابن رشد کو ذاتی طور پر جانتا تھا اور اس کی نیک نامی اور طرز عمل سے بھی خوب واقف تھا۔

اس لیے منصور ابن رشد کو دربار میں بلانا چاہتا تھا۔ اب مراکش کے قاضی کی شکایتوں

Marfat.com

نے منصور کو موقع فراہم کر دیا تھا اور وہ ابن رشد کو اپنے دربار میں بلوا سکتا تھا۔

چنانچہ 595 ہجری میں منصور نے ابن رشد کی جلاوطنی کی سزا ختم کر کے اسے مراکش اپنے دربار میں بلوایا اور مراکش کے قاضی کو برطرف کر کے اس کی جگہ ابن رشد کا تقرر بطور قاضی کر دیا۔

منصور نے اس کے ساتھ ہی فلسفہ کی کتب کی بربادی کے احکام بھی واپس لے لئے۔
ابن رشد کے ساتھ جن عقلی علوم کے علماء کو جلاوطن کیا گیا تھا ان کی رہائی کا فرمان بھی جاری کر دیا گیا۔

ابوجعفر ذہبی کو منصور نے مراکش بلوا کر طب و فلسفہ کی اشاعت کا مہتمم مقرر کر دیا۔
منصور ابوجعفر ذہبی کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ یہ ایسا سونا ہے جو گلانے پر بھی ہمیشہ خالص ہی ہوتا ہے۔[36]

اب ابن رشد اپنے پہلے منصب قاضی القضاۃ پر بحال ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی جلاوطنی کے دنوں میں عقلی علوم پر جو کچھ لکھا تھا اس کو باقاعدہ ترتیب دیا اور اپنے خیالات کو زیادہ واضح انداز میں بیان کیا۔

وفات

اب پھر خدائے بزرگ و برتر نے ابن رشد کو موقع فراہم کیا تھا کہ وہ اپنے علم و فضل اور خداداد صلاحیت سے عوام الناس کی خدمت انجام دے۔ لیکن موت نے اس کو یہ مزید موقع نہ دیا۔

وہ مراکش میں بیمار ہوا اور چند دن موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد بروز جمعرات 10 دسمبر 1198ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔
انصاری اور ابن الابار کی روایت کے مطابق اس وقت اس کی عمر 75 برس تھی۔

Marfat.com

محی الدین اکبر ابن عربی، یافعی، سیوطی، اور بہت سے مورخین ابن رشد کی اس تاریخ وفات سے متفق ہیں۔

لیکن عبد الواحد مراکشی نے ابن رشد کی عمر 80 برس بتائی ہے۔ انصاری کے بیان کے مطابق وفات کے بعد ابن رشد کو مراکش میں باب تاغزوت کے قریب جبانہ نامی مقام پر دفن کیا گیا۔ لیکن تین ماہ بعد اس کی قبر کھول کر اس کا جسد خاکی نکال کر قرطبہ لے جایا گیا اور اس کے خاندانی قبرستان مقبرہ عباس میں اپنے دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

محی الدین اکبر ابن عربی سے روایت ہے کہ وہ اس وقت مراکش میں موجود تھے جب ابن مرشد نے انتقال کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ میں مراکش میں اس کے جنازے میں بھی شریک ہوا۔

اس کے علاوہ اکبر ابن عربی کا کہنا ہے کہ جب تین ماہ بعد از وفات ابن رشد کا جسد خاکی قبر کشائی کے بعد قرطبہ لے جانے کے لیے سواری پر لادا جارہا تھا تو بھی میں وہاں موجود تھا اور میں نے یہ حال خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ابن رشد نے کئی اولادیں چھوڑیں، لیکن ابن رشد کے دو بیٹے باپ کی طرح بہت مشہور ہوئے۔

ابن رشد کے بڑے بیٹے کا نام احمد تھا اور کنیت ابوقاسم تھی اس نے اپنے باپ اور ابو قاسم بن بشکوال سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ وہ الناصر کے دور میں عہدہ قضاء پر فائزہ ہوا۔

ابن رشد کے چھوٹے بیٹے کا نام محمد تھا اور کنیت ابو عبد اللہ تھی اس نے فلسفہ اور طب میں کمال حاصل کیا اور الناصر کے دربار میں طبیب خاص مقرر ہوا۔[37]

❁

Marfat.com

ابن رشد عرب مورخین کی نظر میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہا کے دور خلافت میں مسلمان جزیرہ عرب سے نکل کر ہر جانب پھیل گئے۔ مسلمانوں کی فتوحات نے مفتوحہ علاقوں میں اسلامی اقدار کی خوب اشاعت کی۔ مفتوحہ علاقوں میں اسلام کے فقہا اور علماء کے گروہ بھی پہنچ گئے۔

ایک عرصہ بعد عراق، شام اور مصر بھی مدینہ منورہ کی طرح علوم وفنون کے مرکز بن گئے۔

عراق کے شہر کوفہ میں امام ابوحنیفہ، مدینہ میں امام مالک، شام کے شہر دمشق میں امام اوزاعی اور مصر کے شہر فسطاط میں امام شافعی دروس کے شیوخ اور فقہ کے امام مشہور ہوئے۔

اندلس پر ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں مسلمان سپاہ وارد ہوئیں اس طرح مغرب میں مسلمانوں کا اقتدار قائم ہونے کے ساتھ ساتھ بربر اور عرب مسلمان خاندان بھی نقل مکانی کر کے اندلس میں بسنا شروع ہو گئے۔

فتح اندلس کے وقت اسلامی سپاہ میں زیادہ تر شامی لوگ تھے۔ اس طرح بے شمار شامی خاندان بھی اندلس بھی بس گئے۔

فتح اندلس کے بعد اسلامی شعائر بھی ترقی کرنے لگے۔ اندلس میں شامی لوگوں کی اکثریت ہو جانے کے باعث روایتی طور پر شامی فقہا کی تقلید کی جانے لگی۔ شام میں امام اوزاعی کی فقہ کی تقلید کی جاتی تھی اور اس طرح اندلس میں مقیم شامی بھی ان کی فقہ کی تقلید کرنے لگے تھے۔[38]

Marfat.com

لیکن اموی خلافت کے ابتدائی دور میں جب حج اور تحصیل علم کی غرض سے اندلس کے مسلمان عرب جانے لگے تو عرب میں مدینہ میں رائج فقہ و دیگر علوم سے اندلس کے مسلمانوں کو واقفیت پیدا ہوئی۔ اس دور میں مدینہ میں امام مالک فقہ کے عالم تھے۔ اندلس سے آنے والے طلباء اور عام لوگ امام مالک کی صحبت سے فیضاب ہونے لگے۔ جب یہ لوگ واپس اندلس جاتے تو امام مالک کی فقہ کو ترجیح دیتے اس طرح امام اوزاعی کی فقہ کے مقلدین کم ہونے لگے اور امام مالک کی فقہ کے مقلدین کی تعداد بڑھنے لگی۔

ان دنوں مدینہ کے علاوہ کوئی دوسرا مرکز مسلمانوں کے حصول علم کا نہ تھا۔ اندلس کے لوگ شامی لوگوں کی آمد کی وجہ سے کافی تہذیب یافتہ اور نفیس ہو چکے تھے۔ اندلس کے باشندے فقہ مالکی سے ایک فطری لگاؤ رکھنے لگے تھے۔ [39]

یہی وجہ ہے کہ جب زیاد بن عبدالرحمٰن، قرعوس، غازی بن قیس اور یحییٰ مصمودی مدینہ سے تحصیل علم کر کے واپس اندلس آئے تو اندلس میں ان کی بہت زیادہ قدر و منزلت ہوئی۔ یہ لوگ امام کے خاص شاگرد تھے، غازی بن قیس نے موطا امام مالک کو سب سے پہلے متعارف کروایا۔ غازی بن قیس سے زیاد نے موطا امام مالک کی تحصیل کی تھی۔ [40]

اندلس سے طلباء حصول علم کے لیے مدینہ آیا کرتے تھے۔ امام مالک نے ایک شاگرد سے اندلس کے حالات کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اندلس علم و فضل کا گہوارہ ہے، عوام خوش حال اور امن امان زبردست ہے۔ اندلس کے بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

جبکہ ان دنوں دمشق میں عباسیوں کی حکومت تھی اور ابوجعفر منصور نے اپنے مخالفین پر ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اہل مشرق کے مسلمان اس سے نالاں تھے۔

اندلس کے بادشاہ کی تعریف سن کر امام صاحب نے امیر اندلس کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر کی۔ ان دنوں اندلس کا بادشاہ حکم بن ہشام تھا۔

Marfat.com

جب حکم بن ہشام کو معلوم ہوا کہ امام مالک نے ان کے حق میں دعا کی ہے تو وہ امام صاحب کا گرویدہ ہوگیا۔ اس طرح اندلس میں جو امام اوزاعی کا مسلک تھا بادشاہ نے اس کو ختم کر کے فقہ مالکی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

حکم بن ہشام نے امام مالک کے شاگردوں یحییٰ مصمودی اور عبدالمالک بن حبیب کو قاضی مقرر کیا۔

اس طرح اندلس میں مکمل طور پر فقہ مالکی رائج ہوگئی۔ امام مالک کے شاگردوں نے اندلس کے علاوہ مصر، تیونس، اور مراکش میں بھی فقہ مالکی کی ترویج کے لیے شاندار خدمات انجام دیں۔

امام مالک کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت مصر کے ابن القاسم کو حاصل ہوئی۔ [41]

ابن رشد کے دادا محمد بن رشد حافظ بن القطان معروف محدث قرطبہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ محمد بن رشد اپنے دور کے معروف فقیہہ تھے اور تمام اندلس میں انہیں مفتی اعظم کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے وقت کے جید علماء سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی تھی۔

محمد بن رشد نے اپنی جو تصانیف چھوڑی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے دور کے تمام علماء سے ممتاز تھے۔ وہ نہ صرف مذہب مالکیہ کی روایات کے محافظ تھے بلکہ قرآن و حدیث کے بھی حافظ تھے۔

ابن رشد جس خاندان میں پیدا ہوا علمی فضلیت کے لحاظ سے وہ خاندان قدیم تھا۔ اگرچہ محمد بن رشد کے عہد میں لخمی، ابن بشیر اور ابن یونس بہت مشہور علماء تھے لیکن تحقیق کے حوالے سے محمد بن رشد کا رتبہ ان سے بڑا تھا بلکہ اس دور کی مالکی فقہ میں سند کا درج رکھتے تھے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابن رشد کی تعلیم و تربیت اپنے گھر سے شروع ہوئی، اگرچہ اس کے دادا محمد بن رشد اس کی پیدائش سے قبل ہی انتقال کر گئے تھے لیکن فقہ کی تعلیم ان

Marfat.com

کے والد سے حاصل کی تھی۔

وہ بھی اپنے دور کے مجتہد اور فقیہی تھے اور عہدہ قضاہ پر فائز تھے۔ابن رشد کے دوسرے استاد شیخ الحدیث ابومروان عبدالملک تھے، ابومروان اور ابن بشکوال دونوں ہی ابن رشد کے دادا کے شاگرد تھے۔

ابن رشد کے زیادہ مشہور استاد امام ابوعبداللہ ماذری تھے۔امام صاحب سسلی کے رہنے والے تھے علم طب اور علم حساب میں بھی خوب مہارت رکھتے تھے۔ان کی شرح صحیح مسلم بہت ہی مقبول ہے۔[42]

مسلمان تاریخ دانوں نے جو عرب ہی ہیں، مشاہیر عالم پر بہت کچھ لکھا۔انہوں نے مسلمانوں کے علاوہ یونانی اور یورپی مشاہیر پر بھی جامع کتابیں لکھیں لیکن کچھ معروف تاریخ نگاروں نے اگرچہ ابن رشد کو ان کے فلسفہ کے حوالے سے کچھ بہتان بازی کی وجہ سے نظر انداز کیا۔لیکن عرب مورخین کا ایک ایسا گروہ بھی ہے جس نے ابن رشد کا تذکرہ نہایت شاندار انداز میں کیا۔انہوں نے ابن رشد کی علمی عظمت کو تسلیم کیا اور اس کے اثرات کو واضح طور پر محسوس کیا۔

ابن ابی اصیبعہ

عربی مورخ نے اپنی معروف کتاب طبقات الاطباء میں ابن رشد کی تعریف شاندار انداز میں کی ہے اور اس کے علمی کارناموں کو مفصل بیان کر کے بہتان طرازی کرنے والوں کو حقائق سے آگاہ کر کے ان کے منہ بند کیے ہیں۔

ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں ابن رشد کے متعلق لکھا ہے کہ ابن رشد علم و فضل میں انتہائی کمال رکھتے تھے۔انہیں ہمیشہ تحصیل علم کا شوق رہا۔

ابن رشد فقہ و خلاقیات میں یگانہ روزگار تھے وہ عقلی علوم کے عظیم شارح اور مفسر تھے۔

Marfat.com

ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں ابن رشد کے بارے میں تمام معلومات قاضی ابومروان باجی کی زبانی یا تحریری یادداشتوں کے حوالے سے لی ہیں۔

قاضی ابومروان باجی ابن رشد کے بے حد مداح تھے اور اس کے علمی کارناموں سے متاثر تھے۔[43]

ابن الابار

ابن الابار اور انصاری ابن رشد کے خاص سوانح نگار ہیں بلکہ عربی ادب میں ان دونوں صاحبان کا خاص کارنامہ، ابن رشد کے سوانحی حالات کا تذکرہ ہی انہیں دوام بخشنے کے لیے کافی ہے۔

ابن الابار حافظ ابوالقاسم ابن بشکوال کے حوالے سے ابن رشد کا تذکرہ انتہائی عقیدت و احترام سے کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ابن رشد کی تمام زندگی حصول علم اور فروغ علم میں گذری۔ وہ ایک یگانہ روزگار فقہی، علوم عقلی کے مفسر اور اخلاق حسنہ میں بے مثال تھے۔

ابن رشد کے پائے کا کوئی عالم اس کے عہد میں دوسرا نہ تھا وہ ابہام کو خارج کر کے نہایت سادگی سے مسائل کو بیان کرنے کا انوکھا فن جانتے تھے۔

وہ بے مثال فقہی اور شاندار اوصاف والے کی شاندار انسان بھی تھے۔

انصاری

انصاری بھی ابن الابار کی طرح ابن رشد کے بے حد مداح ہیں۔ اس نے تو ایسی شہادتیں بھی اپنی کتاب میں جمع کر دیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن رشد اپنے علم و فضل کی بدولت تمام دنیا میں شہرت حاصل کر گئے تھے۔

Marfat.com

انصاری کہتے ہیں کہ ابن رشد علم وفضل اور فقہ وحدیث میں بے شمار علم تو رکھتے ہی تھے اس کے علاوہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں ایک بااصول اور شاندار انسان بھی تھے۔

ابن رشد کی اصول فقہ اور عقلی علوم کی تفسیریں تمام عالم اسلام میں پھیل گئی تھیں اور بڑے بڑے علماء اس سے استفادہ کرتے تھے۔

ابن رشد کی شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انصاری کہتے ہیں کہ ان کی علمی خدمات کو عالم اسلام کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

ابن فرحون مالکی

ابن فرحون مالکی نے بھی الدیباج المذہب میں ابن الابار سے پورے کا پورا تذکرہ نقل کیا ہے۔

ابن فرحون مالکی نے بھی ابن رشد کی عظمت، ذاتی اوصاف، علمی کارناموں اور بطور قاضی ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور ابن رشد کو عالم اسلام کا ایک شاندار عالم قرار دیا ہے۔

ابن سعید

ابن سعید نے ابن رشد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن رشد کی علمی خدمات بے مثل ہیں۔

وہ ابن رشد کو فلسفہ کا امام کہتا ہے۔ابن سعید ابن رشد کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے اور اسے عقلی علوم کا بادشاہ قرار دیتا ہے۔ابن سعید ابن رشد کی فقہ کی کتاب ہدایۃ المجتہد'' کی تعریف شاندار الفاظ میں کرتا ہے۔

ذہبی

ذہبی نے اپنی معروف کتاب العبر میں ابن رشد کا تذکرہ بہت ہی شاندار انداز میں کیا

Marfat.com

ہے۔

ذہبی نے اپنی کتاب میں ابن رشد کے علمی کارناموں کے علاوہ اس کی تصانیف کی طویل فہرست بھی دی ہے۔

ذہبی کا کہنا ہے کہ ابن رشد کی تحریروں نے ایک زمانے کو علم کی نئی روشنی دکھائی لیکن اس کے نظریات ملحدیانہ تھے۔

یافعی

یافعی نے اپنی تاریخ میں ابن رشد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے یونانی مفکر ارسطو کی کتابوں کا ترجمہ کر کے ان پر شرحیں لکھیں۔

اس کے علاوہ یافعی سخت حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے ابن رشد کو کتب بینی کا بہت زیادہ شوق تھا۔

یافعی ابن رشد کے مختلف علوم میں تجربہ وکمال کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ فقہ و خلاقیات، فلسفہ، منطق، طب، ریاضی اور صرف ونحو جیسے بے شمار علوم پر دسترس رکھنے کے علاوہ ان علوم پر کتابیں بھی لکھتا تھا۔

ابن رشد کا علم الکلام بے مثل تھا اور ابن رشد کا علم وفضل شاندار تھا۔

ابن حمویہ

مشرق سے جب ابن حمویہ اندلس گیا تو اس کا کہنا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ شوق اس بات کا تھا کہ میں ابن رشد کے حالات سے واقفیت پیدا کر کے اس سے ملاقات کروں تاکہ میں اس کے نظریات جان کر اس سے استفادہ کروں۔

ابن حمویہ نے ابن رشد کے ذاتی اوصاف اور اس کے علمی کارناموں کو بہت زیادہ خراج

Marfat.com

تحسین پیش کیا ہے۔

موسیٰ بن میمون

موسیٰ بن میمون اور اس کا خاندان ابن رشد کی زندگی میں مصر میں رہائش پذیر تھا۔

موسیٰ بن میمون صلاح الدین کے دربار میں شاہی طبیب تھا۔ موسیٰ بن میمون اور اس کا خاندان ہمیشہ ابن رشد کے علمی کام کی تلاش میں رہتا تھا۔

موسیٰ بن میمون کا کہنا تھا کہ اس نے خاص کر طب اور فلسفہ میں ابن رشد کی کتابوں سے خاص استفادہ کیا تھا۔ اس نے ابن رشد پر بہت کام کیا تھا اور 1190ء میں ابن رشد کی کئی تصنیفات کا پتہ چلایا تھا وہ ابن رشد کے علمی کام کا بہت زیادہ معترف تھا۔

ابن تیمیہ

ابن تیمیہ آٹھویں صدی کے آواخر میں حنابلہ کے امام اور مشہور ولی تھے وہ اپنے دور کے شیخ الاسلام تھے۔

وہ ابن رشد کی تصانیف سے بہت زیادہ واقف تھے۔ انہوں نے ایک رسالہ معراج الوصول کے نام سے لکھا اور اس میں ابن رشد کے عقیدہ انبیاء پر کڑی تنقید کی ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے ابن رشد کی کتاب ''کشف الاولہ'' کا رد بھی لکھا ہے امام ابن تیمیہ نے اگرچہ ابن رشد کو تنقید کا نشانہ بنایا لیکن ان کے خاص مسائل کو بیان کرکے ان کی وضاحت بھی کی ہے۔

ابن خلدون

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں ابن رشد کے علمی کام کو بہت سراہا ہے۔

Marfat.com

ابن خلدون نے ابن رشد کو اس کے علمی کام کی وجہ سے ابونصر فارابی اور ابن سینا کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن خود بھی ایک عرصہ تک اندلس میں مقیم رہے تھے۔ وہ ابن رشد کے کام اور علم وفضل سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے اپنی تاریخ میں ابن رشد اور اس کے خاندان کے علمی کاموں کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بلکہ ان معروضی حالات کو بھی بیان کیا ہے جن میں ابن رشد نے اپنے عقلی علوم اور طب کے علاوہ فقہ میں بھی شاندار علمی کارنامے انجام دیئے۔

ابن خلدون ابن رشد کو یگانہ روزگار شخصیت کا خطاب دیتے ہیں۔ اندلس میں ابن رشد کے علم وفضل کی شہرت تو تھی ہی لیکن مغرب میں بھی اس کے علم وفضل کا چرچا تھا۔ ابن رشد کی تصنیفات نے پوری دنیا میں شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس طرح ایک مدت تک مشرق اور مغرب کے علماء اس کی تصنیفات پر بحث کرتے رہے۔

ابن ربیب قیروانی نے عبدالرحمٰن بن حزم کے نام ایک خط بھیجا جس میں افریقہ اور اندلس کے علم وفضل کی فضلیت بیان کی تھی۔

حافظ احمد بن سعید بن حزم کو جب اس خط کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے اندلس کے علماء اور علم وفضل پر ایک کتاب لکھ کر ابن الربیب کے پاس بھیج دی۔ اس کتاب میں اندلس کے ہر قسم کے علوم وفنون اور مصنفین اور ان کی تصنیفات کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا۔

ابن حزم ابن رشد سے کچھ عرصہ پہلے تھے۔ اس کتاب سے ابن رشد سے قبل کی علمی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ابن سعید نے اس پر ایک نوٹ لکھا اور ابن حزم کے نامکمل مسودے کو مکمل کر دیا۔ اس کے بعد ابن سعید نے فقہ، اخلاقیات اور فلسفہ کے حوالے سے ابن رشد کو ایک خاص رتبہ دیا ہے۔

اس کے بعد ابن سعید نے ایک مزید مقالہ لکھا۔ اس مقالہ میں ابوالولید شقندی، اور ابوتیجی کے

Marfat.com

درمیان ہونے والی گفتگو کو بیان کیا۔ یہ گفتگو سید یحییٰ بن ابی زکریا کی مجلس میں ہوئی تھی۔ دراصل یہی ابن رشد کی زندگی کا حصہ تھا جب اس کا علم و فضل عروج پر تھا۔

ان دنوں ابن رشد یوسف بن یعقوب کے دربار میں ملازم تھا۔

شقندی نے اپنی گفتگو میں پہلے بادشاہوں اور علمائے اندلس کے شاندار کارناموں کو موضوع بنایا تھا۔ اس نے اپنی گفتگو میں ابن رشد اور اس کے دادا کو اسلام کے روشن ستارے اور شریعت اسلام کے روشن چراغ کے الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا ذکر ابن رشد)

لیکن پھر وہ وقت بھی آیا کہ کہ اندلس انتشار کا شکار ہو گیا وہاں کے سیاسی حالات بگڑ گئے اور علم فن بھی زوال کا شکار ہو گیا اور آہستہ آہستہ مسلمان ابن رشد کو بھی بھول گئے۔ کچھ عرصہ تک تو ابن رشد کی تصنیفات کتب خانوں میں بھی غیر معروف ہی رہیں۔

کیونکہ ابن رشد کی زندگی اور بعد میں بھی اس کے فلسفیانہ خیالات پر شدید تنقید ہوتی رہی تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ابن رشد اپنی زندگی میں ہی کافر اور ملحد کا خطاب پا چکا تھا۔

ابن رشد کے یہودی شاگردوں نے اس کی بہت سی تصانیف کو اپنے ہاں محفوظ کر لیا تھا۔ جب ان یہودی خاندانوں نے اندلس سے ہجرت کی تو وہ ابن رشد کی یہ تصانیف بھی اپنے ساتھ یورپ لے گئے۔

اندلس کی لائبریریوں اور کتب خانوں میں ابن رشد کی جو کتابیں بچی تھیں ان کو عیسائیوں نے جلا ڈالا تھا۔

جب اندلس کو فتح کیا گیا تھا تو مہا پادری ''ٹارکوئی'' کے حکم سے مشرقی علوم کی چار ہزار کتابیں جلادی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ پادری زیمینز کے حکم پر غرناطہ میں اسی ہزار کتابیں جلائی گئیں۔ اس طرح ابن رشد کی بہت ساری تصنیفات ضائع ہو گئیں۔

طوسی ہلاکو خاں کے دربار میں عہدہ وزارت پر تھا اور اپنے عہد کا مشہور فلسفی اور علم ہندسہ کا

Marfat.com

عالم تھا۔اس کے طلباء کا حلقہ بھی کافی وسیع تھااس کے شاگردوں میں قطب الدین غازی بہت زیادہ مشہور ہوئے۔

ان دنوں بغداد علوم وفنون کا مرکز تھا۔ ہلاکو نے اس کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔اس کے بعد علم وفن نے بھی ان تاتاریوں کے دامن میں پناہ لی۔اس طرح طوسی کا حلقہ درس بڑھنے لگا۔

ترکستان اور ایران میں قطب الدین رازی، سعد الدین تفتازانی اور سید شریف جرجانی کے ذریعے عقلی علوم پھیلنے لگے۔

ان علماء کے بعد میر باقر اور جلال الدین دوانی نے شہرت حاصل کی۔اس طرح ایرانی تہذیب وتمدن علم وفن کا گہوارہ بن گیا اور اس کے اثرات ہندوستان تک بھی پہنچنے لگے۔دراصل یہ وہی عہد تھا جب ابن رشد اندلس میں علم وعقل کی نئی روشنی پھیلا رہا تھا۔

لیون افریقی نے امام رازی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ امام رازی جب مصر میں تھے تو ابن رشد کی شہرت سن کر وہ ابن رشد سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن اسی دوران امام صاحب کو خبر ملی تھی کہ ابن رشد شاہی عتاب میں آ گئے ہیں۔اس طرح امام رازی نے اندلس کا سفر ملتوی کر دیا۔

ان تمام واقعات وحالات سے معلوم ہوا کہ ابن رشد اگرچہ معلم وثانی ابن سینا کے مقام کو تو نہ پہنچ سکا لیکن اس کی عظمت ابن سینا سے کم بھی نہیں ہے۔

اس وقت کے اہل علم لوگوں نے ابن رشد کی عظمت کو تسلیم کیا اور اس کے علم سے استفادہ بھی کیا ہے۔

Marfat.com

ابن رشد کے علمی نظریات کے یورپ پر اثرات

قرون وسطیٰ میں یورپ یونانی فلسفہ کو بہت حد تک تج چکا تھا لیکن پھر بھی کچھ دانشور ایسے موجود تھے جو فلسفے کی عملی فکر اور افادیت کو نشو ونما دے رہے تھے ایسے دانشور اور مفکر اکثر عیسائی پادریوں کے فتوؤں کی زد میں رہتے تھے۔ بہت سے مفکروں کو کفر و الحاد کا نشانہ بنا کر قتل بھی کیا گیا۔ کچھ فلسفی اور دانشوران مخدوش حالات میں بھی اپنے کام پر ڈٹے رہے لیکن ایسے مفکرین کی تعداد بہت کم تھی۔

یورپی معاشرہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا رومتہ الکبریٰ ماضی کی ذہنی ترقی کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ عیسائیت کے پھیلاؤ نے ماضی قدیم اور ماضی قریب کی تمام طرح کی ترقی میں جمود ہی پیدا نہ کیا تھا بلکہ ہر ترقی کرنے والے نظریات کی بساط ہی لپیٹ دی تھی۔

عیسائی پادری فلسفہ کے خلاف پوری تندہی سے تحریک چلا رہے تھے۔ فلسفے کو مذہب کے لیے خطرناک قرار دے رہے تھے۔ مذہبی فرقوں میں آئے دن بلوے ہو رہے تھے جن میں ہزاروں عیسائی ہلاک کیے جا رہے تھے۔

یورپ سے نکل کر یہ بلوے یونان کی نو آبادی جو کہ اسکندریہ وغیرہ تھی بھی پہنچ گئے تھے۔

یونانی شہنشاہ تھیوڈیس کے عہد میں اسکندریہ کا عظیم الشان کتب خانہ، عیسائی فرقوں کے بلوے میں اس لیے تباہ کر دیا گیا کہ یہاں سے فلسفے کی روشنی یورپ کو پہنچ رہی تھی۔

اسکندریہ کے بشپ سائرل نے فلسفے کی معلمہ ہاٹی کو اس لیے بیدردی سے قتل کروایا دیا

Marfat.com

تھا کہ اس کے نظریات عیسائی مذہب کی روح کے خلاف تھے۔ اس طرح یورپ میں بھی عیسائی متشدد پادریوں کی وجہ سے فلسفے کی تعلیم موقوف کردی گئی تھی۔

1414ء میں اسکندریہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ جو کوئی بھی فلسفہ کی تعلیم دیتا یا تعلیم لیتا پکڑا جائے گا اس کو زندہ جلا دیا جائے گا۔

یونان کے شہر ایتھنز میں شہنشاہ جیسٹینن نے ایک فرمان جاری کر کے فلسفہ کی تمام درس گاہیں بند کروادی تھیں۔

یورپ جہالت کی بیماری میں مبتلا تھا۔ سچائی اور صداقت کی آواز بلند کرنے والے سرعام دار پر لٹکائے جاتے تھے۔

اس پر آشوب دور میں صرف عرب قوم ہی علم و صداقت کی علم بردار تھی۔ عرب علم و فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

قرطبہ، غرناطہ، بغداد اور اشبیلیہ کی درس گاہیں یورپ کے طلبہ کے لیے بھی ہمدرد گوشہ رکھتی تھیں۔ ان درس گاہوں سے یورپی طلبہ علم کے خزانے سمیٹ کو اپنے ملکوں میں جا کر علم و فن سے دوسروں کو بھی فیض یاب کر رہے تھے۔ ان دنوں اندلس کے عربوں کے علم و فضل کا یورپ میں بہت چرچا تھا۔

صلیبی جنگوں کے حوالے سے یورپ کے لوگ مسلمان کو ظالم اور بے رحم خیال کرتے تھے لیکن جیسے جیسے یورپی لوگوں نے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا اور ان کے علمی کارناموں سے واقف ہوئے اور پھر جیسے جیسے ان کے تعلقاتِ مسلمانوں سے بڑھتے گئے تو وہ مسلمانوں کا تمدن دیکھ کر حیران ہوتے گئے۔

مسلمان ہمیشہ یورپ والوں سے فن حرب، آلات جنگ اور علم و فن میں برتر رہے ہیں۔

اسلامی علوم و فنون سے یورپ والوں نے قدیم دور سے ہی استفادہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

مسلمان جب اندلس میں وارد ہوئے اور وہاں کے تمدن کو بام عروج تک پہنچایا تو اس کے بعد مسلمان اطالیہ کے شمال تک پہنچے اور وہاں کی عیسائی دنیا کے قدیم نظریات کو بدل ڈالا۔

اندلس سے دوسری جانب مسلمان نیپلز سے ہوتے ہوئے جنوبی اٹلی تک آ گئے اس کے علاوہ مسلمانوں نے فرانس کے کئی علاقوں کو فتح کیا، ویانا اور پرتگال تک رسائی حاصل کی۔

مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں اپنے تمدن اور علوم وفنون کو بھی متعارف کروایا۔

ان مفتوحہ علاقوں کے لوگوں نے عربی زبان سیکھی اور علوم وفنون میں نمایاں کارنامے انجام دیئے۔

اندلس کی درس گاہوں میں یورپی طلبہ بڑی تعداد میں علم حاصل کرتے تھے اور پھر اپنے ملکوں میں جا کر ان علوم کے استاد بنتے تھے۔

فرانس کے یہودی اندلس جا کر خصوصاً تعلیم حاصل کیا کرتے تھے اور پھر اپنے وطن لوٹ کر شاہی عہدوں پر متمکن ہوتے تھے۔

عیسائی علماء میں کاسینو نامی پادری پہلا شخص تھا جس نے عربی کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کر کے اسلامی علوم کے خزانے یورپ پر لٹائے۔

انگلستان کے بادشاہ ہنری اول کے دور میں ایک معروف پادری ایڈ ولاڈ نے اندلس جا کر فزکس، ریاضی اور علم طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس نے انگلستان واپس آ کر عربی سے کئی یونانی حکماء کی کتابوں کے ترجمے کیئے تھے۔

چودھویں صدی عیسوی میں ابن سینا اور ابن رشد کی کتابوں کے ترجمے بڑی تعداد میں کیئے گئے۔ یہ ترجمے عربی سے لاطینی اور یہودیوں نے عبرانی زبان میں کیئے۔ یورپ کے مغربی علاقہ میں کوہ پرینس (Prance) دراصل جہالت[44] اور علم کے درمیان ایک قدرتی حد تھی۔

کیونکہ اس قدرتی سرحد کے ایک جانب اندلس میں علم وفن درجہ عروج پر تھا جبکہ دوسری جانب جہالت کی تاریکی تھی۔

Marfat.com

قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ اور اندلس کی دوسری یونیورسٹیاں یورپ کے طلباء سے بھری پڑی تھیں۔ اندلس عربوں کی دماغی اور تمدنی فضیلت کا گہوارہ تھا۔

اس زمانہ کا ایک معروف شخص پیٹر خود بھی عرصہ تک قرطبہ میں تعلیم حاصل کر چکا تھا وہ عربی زبان میں بہت مہارت رکھتا تھا۔

اندلس میں بہت سے طلباء فن ہیئت کی تحصیل کے لیے جزائر برطانیہ سے آئے تھے۔[45]

پاپائے جربرٹ نے بارسلونا سے ریاضی، طبعیات اور ہیئت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بعد وہ آرچ بشپ بن گیا تھا۔ پوپ گریگوری پنجم کے انتقال کے بعد وہ پوپ منتخب ہوا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ جاہل پادری اندلس میں علوم وفنون حاصل کرنے والے یورپی طلبا کو اکثر تنقید کا نشانہ بناتے اور کوشش کرتے کہ یورپ کے طلباء بے دینوں سے یہ علوم حاصل نہ کریں کیونکہ یہ عقلی علوم بائبل کی تعلیمات کے خلاف تھے۔[46]

لیکن اندلسی علماء کے علوم یورپ کے آزاد خیال لوگوں پر اپنے فوائد ظاہر کر رہے تھے۔ اس لیے فرانس، پرتگال اور آسٹریا وغیرہ میں بسنے والے یہودی طلباء اندلس کے عربی لٹریچر پر دل وجان سے فدا تھے اور ان عقلی علوم کو سیکھ بھی رہے تھے۔ اور اپنا حصہ بھی ڈال رہے تھے۔[47]

یورپ کے یہ آزاد خیال علماء اندلس سے علم طب اور دیگر علوم سیکھ کر یورپ کے بادشاہوں کے ہاں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے۔ یہ آزاد خیال علماء عموماً یہودی ہوا کرتے تھے مسلمانوں کے بعد علم وفن میں یہودی دوسرے درجے پر تھے۔ یہ لوگ علم طب کے علاوہ علم معاشیات میں خاص ماہر ہوتے تھے۔ اس لیے یہ عموماً یورپ کے بادشاہوں اور شہزادوں کے وزیر خزانہ ہوا کرتے تھے اور تجارت میں معاشی اصولوں کی بنیاد پر بہت زیادہ منافع حاصل کیا کرتے تھے۔[48]

اس لیے یورپ کی تجارت ہمیشہ یہودیوں کے ہاتھوں میں رہی ہے اور انہوں نے یورپ کی حکومتوں میں اپنا اقتداری حصہ بھی وصول کیا ہے۔

Marfat.com

آزادخیال عیسائیوں اور یہودیوں نے اٹلی کے مقدس شہر ویٹی کن سٹی میں اور بہت سے دیگر مقامات پر فلسفہ اور سائنس کے سکول قائم کیے۔ ان سکولوں میں عربی، یونانی اور عبرانی کے اساتذہ ایک ساتھ تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس وقت تمام اٹلی میں بڑے بڑے شفاء خانے یہودیوں اور مسلمانوں نے قائم کیے۔ ابی اسحٰق نامی حکیم اور طبیب پوپ ہشتم کا خاص طبیب تھا جو یہودی تھا اور اس نے اندلس سے تعلیم حاصل کی تھی۔ [49]

یہودیوں کو دیکھ کر عیسائیوں نے بھی عربی زبان سے بہت سی کتابوں کے لاطینی میں ترجمے کئے۔ یورپ کا روشن خیال پادری قسطنطین تھا۔ اس نے سب سے زیادہ عربی کتابوں کے لاطینی میں ترجمے کیے۔ وہ ایک عرصہ تک اندلس میں مقیم رہا۔ [50]

اسی زمانے میں ڈینئل مارلے (Diniell Morly) برطانیہ سے اندلس آیا۔ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی اور ریاضی پر کتابیں تصنیف کیں۔ اس کا کہنا تھا کہ اس وقت اندلس کے سوا پوری دنیا میں جہالت کا اندھیرا ہے۔

برطانیہ کے پادری ایڈورڈ لوڈر (Edward Loder) نے فزکس اور ریاضی کی تعلیم اندلس میں آ کر حاصل کی اور بہت سی عربی کتابوں کا یونانی میں ترجمہ کیا۔ برطانیہ کا بادشاہ ہنری اول اس کا سرپرست تھا۔ [51]

یورپ میں کئی جگہ پر عربی کتابوں کے یورپی زبانوں میں ترجمے کے محکمے قائم کیے گئے۔ ان دارالترجمہ میں مسلمان علماء یورپی علماء کی مدد کیا کرتے تھے۔ ان دارالترجمہ کے سربراہ عموماً یہودی علماء یا بہت مشہور عیسائی پادری ہوا کرتے تھے۔

بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں اصل عربی سے لاطینی میں ترجمہ کیا جاتا لیکن کچھ عرصہ بعد یہودیوں نے خصوصی طور پر عبرانی زبان میں ترجمے کرنے شروع کیے جبکہ چودہویں صدی میں ابن سینا اور ابن رشد کی تمام کتابوں کے ترجمے مکمل کر لیے گئے۔

یہ وہ وقت تھا جب ابن رشد کا فلسفہ اور حکمت عروج پر تھی۔ اس کے شاگردوں کی بہت

Marfat.com

بڑی تعداد اس سے استفادہ کرکے یورپ جا رہی تھی اور ابن رشد کو وقت کا امام تسلیم کیا گیا۔[52]

فریڈرک دوئم کے عہد میں جو کہ جرمنی کا شہنشاہ تھا حکم دیا گیا کہ تمام اعلیٰ قسم کی عربی کتب کے ترجمے کیے جائیں۔ شہنشاہ خود عرب فلسفہ کا مداح تھا کیونکہ اس نے سسلی میں کئی بار عرب علماء سے گفتگو کی تھی۔ یہ شہنشاہ عربی زبان میں خوب مہارت رکھتا تھا۔ اس شہنشاہ نے اندلس کی طرز پر اپنا نظام حکومت ترتیب دیا وہ عیسائی ہونے کے باوجود عیسائی فقہ کو غیر مربوط اور غیر جامع قرار دیتا تھا۔ اس بادشاہ کے انتقال کر جانے کے بعد عیسائیوں نے اسے دجال کا خطاب دیا بلکہ پوپ کی عدالت میں ایک جلسہ کر کے اس شہنشاہ کو عیسائی برادری سے خارج کر دیا۔[53]

یورپ کے مشہور مصنف رینان جس نے ابن رشد پر خصوصی مقالہ لکھا ہے، اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس دور کے یورپی علماء اور فلاسفر ابن باجہ، ابن طفیل، قندی، فارابی ابن جبرون اور موسیٰ بن میمون کی کتابوں کے اقتباسات اپنی کتابوں میں درج کر لیا کرتے تھے جبکہ ابن رشد کی تو کئی کتابوں تک انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔[54]

اس سے پہلے ہم فیریڈرک دوئم شہنشاہ جرمنی کا ذکر کر چکے ہیں۔ جب صلیبی جنگیں عروج پر تھیں تو فریڈرک بھی عیسائیوں کے مقدس جہاد میں حصہ لینے کے لیے یروشلم فوج لے کر آیا تھا لیکن اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی بجائے مسلمان علماء سے علمی مسائل پر بحثیں کرنا شروع کر دیں اور وہ صلاح الدین ایوبی کا ذاتی دوست بن گیا۔ وہ صلاح الدین کے ساتھ تحفے تحائف کا تبادلہ بھی کرتا رہا۔

جنگ سے لوٹ کر اس نے اندلسی فلسفہ اور علوم وفنون میں بہت زیادہ دلچسپی لینا شروع کر دی۔ اس نے ارسطو، بطلیموس اور ابن رشد کی کتابوں کے ترجمے کرنے کے لیے یہودی علماء کو مقرر کیا۔

سسلی میں اس نے ایک بہت بڑی لائبریری قائم کی نیپلز میں اوسلونو کے شہروں میں یونیورسٹیاں قائم کیں اور عربی اساتذہ کو ان یونیورسٹیوں میں تعینات کیا۔ جن یہودی طبیبوں

Marfat.com

نے ابن رشد کی کتابوں کے ترجمے کیے تھے ان کو اپنے دربار میں ملازم رکھا۔ ایک عربی عالم اور طبیب تقی الدین فریڈرک کے دربار میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔[55]

اس کے جمع کیے ہوئے عربی مخطوطے اب بھی آکسفورڈ یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ دراصل یہی پہلا یورپی شہنشاہ ہے جس نے ابن رشد کی تصنیفات کو یورپ میں متعارف کرایا۔

ایک یورپی باشندہ ہرمن ابن رشد کے فلسفہ کا انتہائی شیدائی تھا۔ اس نے ابن رشد کے فلسفہ کو یورپ میں روشناس کرانے میں بہت ہی اہم کردار ادا کیا۔

ہرمن کے بعد عام یورپی علماء نے ابن رشد کی تصانیف پر خاص توجہ دی اور ابن رشد کی اہم کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ کی گئیں۔[56]

سب سے پہلے جس شخص نے ابن رشد کی کتابوں کو یورپ میں متعارف کرایا وہ میکال اسکارٹ تھا جو شہنشاہ فریڈرک دوئم کے دربار میں ملازم تھا۔

اس نے 1230ء میں ابن رشد کی کتاب ''کتاب السماء والعالم'' اور ''شرح مقالہ فی الروح'' کا ترجمہ کیا۔ اس سے ابن رشد کا علم و فضل یورپ کے علماء پر ظاہر ہوا۔ اس کے بعد ''مقالہ الکون والفساد'' اور ''جوہر الکون'' وغیرہ کو یورپی علماء میں متعارف کرایا۔

میکال اسکارٹ خصوصی طور پر یورپ سے طلیلہ آیا تھا۔ وہ جتنا عرصہ اندلس میں رہا ابن رشد کی کتابوں کے ترجمے کرتا رہا۔

راجر بیکن کا کہنا ہے کہ میکال اسکارٹ عربی زبان پر زیادہ عبور نہ رکھتا تھا اس لیے ترجمے کے لیے ایک یہودی عالم کی مدد لیا کرتا تھا لیکن یہ بات طے ہے کہ میکال اسکارٹ ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے ابن رشد کو یورپ میں متعارف کرایا۔[57]

میکال اسکارٹ کے بعد ہرمن نے ابن رشد کے فلسفہ کو یورپ میں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہرمن بھی فریڈرک دوئم کے دربار سے ہی وابستہ تھا۔ ہرمن کا سب سے

Marfat.com

بڑا کارنامہ ارسطو کی ان کتابوں کا ترجمہ کرنا تھا جو یونانی میں ناپید تھیں لیکن ان کا ترجمہ ابن رشد عربی میں کر چکا تھا۔

ہرمن کی کوششوں سے ابن رشد یورپ کے علماء میں شہرت پا گیا اور ہر کوئی اپنے مباحث میں ابن رشد کا ذکر کرنے لگا۔

تیرہویں صدی کے اختتام پر ابن رشد کی تقریباً تمام کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ ہو چکی تھیں اور اس کے نظریات سے یورپ مستفید ہونے لگا تھا۔[58]

Marfat.com

مکتبی یا خانقاہی فلسفہ (Scholasticism)

افلاطون اور ارسطو کا دور بیت چکا تھا۔ سکندر اعظم دنیا کو فتح کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر کیے بغیر موت کی آغوش میں جا چکا تھا۔ یونانی اور رومی شہری ریاستیں آپس میں برسر پیکار ہونے کے بعد اپنی علمی، اخلاقی اور جنگی طاقتیں کھو چکی تھیں۔

ایران اور یونان ایک عرصہ تک جنگ میں مبتلا ہونے کے بعد تنزل کا شکار ہو چکے تھے۔

ایران اور اس کے ملحقہ مشرق وسطیٰ کی ریاستوں میں مذہبی تحریکیں عقلی علوم پر غالب آ چکی تھیں۔

زرتشت ازم کی اخلاقیات کو تقریباً پورے طور پر تبدیل کر دیا گیا تھا۔ مانی ازم اور مزدک کی نیم مذہبی تحریکیں اخلاقی فلسفہ کو بگاڑ کر پیش کر رہی تھیں۔

اس وقت یورپ میں یونانی فلسفے کا سنہرا دور گزرے عرصہ ہو چکا تھا۔ توہم پرستی اور جہالت کے اندھیرے یورپ پر چھا چکے تھے۔ براعظم یورپ کی ننھی منھی ریاستیں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لیے جنگ میں مصروف رہتی تھیں۔

عیسائیت کے ظہور کے ساتھ مشرق وسطیٰ سے نیم خواندہ مذہبی پرچارک براعظم یورپ میں عیسائی مذہب کو متعارف کرانے کی کوشش کر رہے تھے مذہبی کا سین اور توہم پرست لوگ اس نئے مذہب کو قبول کر رہے تھے۔ عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت تین صدیوں تک یورپ میں ہوتی رہی۔ جادو اور طلسمات پھر بھی یورپ کے عوام میں زیادہ مقبول رہے۔

Marfat.com

عیسائی مشنریوں نے نیم وحشی یورپ کو اخلاقی تنزل سے کسی حد تک نکال لیا۔

لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ جو نواب، جاگیردار یا شرفاء میں سے اس نئے مذہب کو قبول کر لیتا وہ اپنی طرف سے اس کی بنیادی تعلیمات میں تبدیلی بھی کر دیتا۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی اشاعت بڑھتی گئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کے مذہبی علماء کا اثر ورسوخ بڑھتا رہا۔

یورپ کے مختلف خطوں میں عیسائیت جن جن حالات میں سے گذرتی گئی ایسے ہی عیسائیت میں نئے نئے فرقے بھی وجود میں آنے لگے۔

پھر یہ فرقے ایک دوسرے پر الحاد و کفر کے فتوے لگانے لگے اور ان فرقوں کے درمیان خونریز جنگیں ہونے لگیں۔ جہاد اور شہادت کے نام پر پادریوں نے کشت وخون کا بازار صدیوں تک گرم رکھا۔

نئے نظریات پیش کرنے والوں کو مذہبی کونسلیں زندہ جلانے لگیں۔ اس طرح پورا یورپ جہالت کے اندھیرے میں ڈوب گیا۔

پھر ایک عرصہ گذر جانے کے بعد اسلام کی روشنی جب ہر طرف پھیل گئی اور بنو امیہ کے ایک فرد عبدالرحمٰن نے جب یورپ کے ملک اندلس میں جا کر اپنا اقتدار قائم کیا تو وہاں ہر علم کے علماء کی سرپرستی ہونے لگی۔ یورپ کے قدیم علوم جن میں خاص طور پر ارسطو اور افلاطون کے فلسفہ پر نئے سرے سے گفتگو ہونے لگی اور خود مسلمان فلاسفہ خاص کر ابن سینا کے نظریات نے اسلامی دنیا اور یورپ میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اندلس میں تقریباً ہر حکمران نے ہر مذہب اور ہر علم کے علماء کی سرپرستی کی اور اس طرح لاکھوں کتابیں مختلف علوم پر لکھی گئیں۔

اگرچہ یورپ میں بہت سے مسلمان علماء کے نظریات پہنچے تھے جبکہ ابن رشد کے نظریات اور تصانیف کو یورپ میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ پہلا مسلمان فلسفی تھا جس کو یورپ میں پورے طور پر قبول کیا گیا۔ اگرچہ کچھ مذہبی علماء نے اس پر کفر و تکفیر کے فتوے بھی

Marfat.com

لگائے۔لیکن اس کے نظریات کی سچائی زیادہ طاقت ور تھی۔[59]

یورپ میں فلسفہ ابن رشد کی مقبولیت کی تاریخ ہی حقیقت میں Scholastic فلاسفی کی تاریخ ہے۔یہ مکتبی فلسفہ صدیوں تک یورپ میں اذہان کو بیدار کرتا رہا۔

شارلمین کے عہد حکومت سے نشاۃ ثانیہ تک یورپ میں جس قدر علمی لٹریچر پیدا ہوا اس کو مکتبی فلسفہ کا نام دیا گیا۔

شارلمین کی حکومت میں جب یورپ کو علم وفن کی اشاعت اور تحصیل کا شوق پیدا ہوا تو اس وقت قدیم درس گاہیں مٹ چکی تھیں۔عقلی علوم کی بجائے مجاہدات اور ریاضت پر زور دیا جاتا تھا۔

عیسائی علماء نے بڑی بڑی خانقاہیں تعمیر کروائیں اور عیسائیت کے جاہل پرچارک وہاں عقلی علوم کے حصول کو کفر سے تعبیر کرتے تھے۔

شارلمین نے ان خانقاہوں میں روشن خیال پادریوں کو تعینات کیا۔ان کے وظائف سرکاری خزانے سے ادا کئے جانے لگے۔ان پادریوں کو مجاہدات کے بجائے عام لوگوں کی تعلیم وتربیت پر لگا دیا گیا۔ان خانقاہوں کے مصارف کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں۔اس طرح یورپ میں علم وفن اور عقلی علوم کی اشاعت ہونے لگی۔

اگرچہ شارلمین کے انتقال کے بعد ان مدرسہ نما خانقاہوں میں پھر وہی جہالت پھیلائی جانے لگی لیکن ان خانقاہوں سے جو علمی ذوق عام ہو چکا تھا اس سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جس پر یہ بات عیاں ہو چکی تھی کہ عقلی علوم انسان کے فائدے کے لیے ہیں اور ان کی ترویج اسی گروہ نے جاری رکھی۔[60]

خانقاہی یا مکتبی فلسفہ یورپ کا دور وسطیٰ یا نشاۃ ثانیہ بارہویں، تیرہویں اور چودھویں صدی عیسوی میں عیسائی تعلیمات اور لاطینی فلسفہ کو ملا کر خانقاہوں میں پڑھایا جاتا تھا۔

سینٹ آگسٹائن نے یونانی فرقہ اسٹوائک کے طرز استدلال، افلاطونی فلسفہ اور بائبل

Marfat.com

کے ''عہد نامہ عتیق'' اور ''عہد نامہ جدید'' کے مذہبی عقائد کو ملا کر ایک نیا علم الکلام ایجاد کیا۔

یہ علم الکلام اس بنا پر بھی بہت زیادہ مقبول ہوا کہ عیسائیوں کے مختلف فرقے مذہبی مناظروں میں اس سے بہت زیادہ کام لیا کرتے تھے۔

یہ وہی وقت تھا جب ارسطو کی کتابوں پر لاطینی زبان میں شرحیں لکھی گئیں اور سینٹ آ گسٹائن کی علمی عظمت کو نئے سرے سے دریافت کیا گیا۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ آ گسٹائن کا یہی وہ علم الکلام تھا جو مختلف نظریوں اور عقائد کو ملا کر خانقاہی فلسفہ میں پڑھایا جانے لگا۔

اس کے بعد خانقاہی فلسفے کے بانی پیٹر ابی لارڈ، ابرٹس، مگنس، ڈنز سکاٹس، ولیم آف لاک ہام، بوناوینچر اور تھامس ایکوز تھے۔

ابتدائی خانقاہی فلسفہ (Early Scholasticism)

787ء میں جب یورپ میں نشاۃ ثانیہ ابھرنے لگی تو اس وقت کے حکمران شارلمین نے پیٹر آف پیسا اور لیکون آف یارک کو حکم دیا کہ انگلینڈ اور آئر لینڈ کے علماء میں ایسے جدت پسند، روشن خیال اور اہل علم علماء کو تلاش کیا جائے جو عام لوگوں کو علم کی روشنی دیں اور اس کے لیے ملک کے ہر حصے میں بڑی بڑی خانقاہیں تعمیر کی جائیں۔

اس طرح عام لوگوں کی تربیت اور تعلیم کا یہی بڑا سلسلہ یعنی خانقاہی مکتب تھے۔ اگرچہ اس وقت اسلامی فلسفہ یورپ میں پوری طرح متعارف نہ ہوا تھا لیکن اسلامی فلسفے کی شہرت ہر جگہ تھی۔

اندلسی مسلمان علماء کے علاوہ الفارابی، ابن سینا، الغزالی اور ابن رشد کے فلسفہ سے یہودیوں نے خوب استفادہ کیا تھا اور اب وہ اس کو یورپ میں پھیلا رہے تھے۔

آٹھویں صدی عیسوی میں معتدلہ فرقے نے اشعری فرقہ جو کہ سخت عقائد رکھتا تھا، کے

Marfat.com

خلاف اپنے عقائد کا دفاع کیا تھا اور اس دفاع کے لیے فلسفے کو استعمال کیا تھا۔ اور اس طرح علم الکلام جو کہ خاص مسلمانوں سے وابستہ تھا۔ اس کے زور کلام اور استدلالی طریق سے متاثر ہو کر خانقاہی فلسفہ میں علم الکلام سے بھی استفادہ کیا گیا اسی وجہ سے ابن سینا اور ابن رشد یورپ میں بہت زیادہ مقبول ہو گئے تھے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی فکر بہت اہم کردار ادا کر رہی تھی۔ اس وقت یورپ میں یونانی زبان تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ صرف آئر لینڈ ہی ایک ایسا خطہ تھا جس میں یونانی زبان میں تعلیم دی جاتی تھیں۔ اسی وجہ سے آئرش علماء کو فرینکش کے دربار میں وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آئرش علماء اپنے علم کو مزید بہتر سے بہتر کر رہے تھے۔

ان علماء میں جو ہانیز Jonnes آئر لینڈ میں خانقاہی فلسفے کا بانی خیال کیا جاتا ہے جبکہ اری جینا (Erigena) آئر لینڈ کا عظیم دانشور تھا۔ اس نے خانقاہی فلسفہ میں صحیح ترین اصطلاحات استعمال کی تھیں۔ وہ عظیم دانشور یونانی زبان پر مکمل عبور رکھتا تھا۔ اس نے بہت سی یونانی کتابوں کے لاطینی زبان میں ترجمے بھی کیے۔ [61]

گیارہویں صدی عیسوی میں خانقاہی سکول کے بانی ایبے لارڈ کیون وہاں کے آرچ بشپ تھے۔ لبن فرانک آف کنٹربری اور آرچ بشپ، اسیلیئم کو بھی گیارہویں صدی کے خانقاہی فلسفہ سکول کے بانی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آرچ بشپ این سلم آف کنٹربری بھی خانقاہی فلسفہ سکول کے سرگرم ترین رکن تھے۔

کچھ محققین اور تاریخ دان این سلم کو ہی گیارہویں صدی کے خانقاہی فلسفہ سکول کے بانی کہتے ہیں۔ اسی دور میں بہت سی نایاب یونانی کتابوں کو دریافت کیا گیا کیونکہ دسویں صدی میں اندلس میں بہت سی یونانی کتابوں کے ترجمے کیے گئے تھے۔

ان کو دوبارہ دریافت کیا گیا۔ ان علمی کتابوں سے یورپ نے بہت استفادہ کیا۔

بارہویں صدی میں بہت سے یورپی عیسائی علماء نے اندلس میں جا کر مسلمان علماء سے بہت کچھ سیکھا۔ یورپی عیسائیوں نے علم ہندسہ اور فلکیات کا علم صرف اندلس سے حاصل کیا۔

Marfat.com

این سلم نے جدلیاتی طریق کو اپنایا جبکہ ایبے لارڈ اور پیئر نے سائنسی طریقہ کار اپنایا۔

اعلیٰ خانقاہی فلسفہ (High Scholasticism)

تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی خانقاہی فلسفہ کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس دور میں یونانی فلسفے کو مکمل طور پر دریافت کر کے اپنا لیا گیا تھا۔

یونانی فلسفے کو اٹلی اور سسلی میں لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ جبکہ اندلس میں ابن رشد نے ارسطو کی بہت سی کتابوں پر شرحیں لکھیں اور ان کے تراجم کیے۔ اس طرح عربی سے لاطینی زبان میں ترجمے مرتب ہوئے اور پورے یورپ میں اس فلسفے کو اپنا لیا گیا۔

Adelard Of Bath اس وقت کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے سسلی اور عرب دنیا کا سفر کیا۔ اس نے اندلس سے علم فلکیات، علم ہندسہ اور اقلیدس کے حوالے سے بہت کچھ سیکھا اور یورپ واپس آ کر بہت سی کتابیں لکھیں۔ اس زمانے کے بہت سے بہترین علماء کو اٹلی کے شاہی دربار میں جمع کیا گیا اور ان علماء کی سرپرستی کی گئی۔

ولیم آف موربیک نے یونانی فلسفے کی بہت ساری تشریحات لکھیں۔ جس سے یونانی فلسفے کو سمجھنے میں آسانی ہوگئی اس نے یہ سب کام عربی کتابوں سے لیا تھا۔

اس دور میں یورپ میں بہت سی یونیورسٹیاں بنائی گئیں لیکن زیادہ تر تعلیمی اداروں پر عیسائی پادری ہاوی رہے۔ ایک طرف تو نئی نئی دریافتیں ہو رہی تھیں اور عقلی علوم بڑے بڑے انکشافات کر رہے تھے جبکہ عیسائی پادری ان عقلی علوم اور دریافتوں کو تسلیم کرنے سے انکاری تھے۔ اس طرح سیاسی اور عقلی علوم کا عیسائیت سے شدید ٹکراؤ ہونے لگا۔ پادری ان تعلیمی اداروں پر گرجوں کی طرح اپنا مکمل کنٹرول رکھنا چاہتے تھے۔ اس طرح عیسائیت میں مزید دو فرقے وجود میں آئے۔ Franciscans اور Dominicans

پہلے فرقے کا بانی فرانسس آف اسیسی تھا۔ بعد میں اس فرقے کا قائد بوناونیچر بنا۔ اس

Marfat.com

نے آگسٹائن اور افلاطون کے فلسفے ''الہیات'' کا دفاع کیا۔اس کا کہنا تھا کہ فلسفے کے بغیر سچ تک نہیں پہنچا جا سکتا اور مذہبی سچائیاں بھی فلسفے سے دریافت کی جا سکتی ہیں۔اس مکتبہ فکر کے اہم مصنفین ڈنز سکاٹس (Dens Scotes)، پیٹر اریئرل (Peter Arial) اور ولیم آف اوکوہاما (William of Okohama) تھے جبکہ دوسرے فرقے یا مکتبہ فکر کا بانی سینٹ ڈومینیٹ تھا۔اس نے یونانی اور اندلسی مسلمان فلسفے کی کتابوں کو اپنے سلیبس سے خارج کر دیا تھا۔یہ مکتبہ فکر مکمل طور پر عیسائی عقائد پر کاربند تھا اور کسی نئی دریافت یا نظریئے کو تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔

اس مکتبہ فکر کے خاص مصنفین البرٹس میگنس (Alberts Magnes) اور تھامس ایکیونز (Thomas Aquinos) تھے۔وہ کسی علت اور معلول کے قائل نہ تھے۔[62]

آخری دور (Late Scholasticism)

1109ء میں کیمبرج کے ایک سکول میں ابن رشد کا فلسفہ اور اس نے ارسطو کی کتابوں پر جو شرحیں لکھی تھیں وہ پڑھائی جاتی تھیں۔اس دور کا تاریخ دان پیرے ڈی بولیس اپنی تاریخ میں بیان کرتا ہے کہ کیمبرج سکول کے نصاب میں ابن رشد کی تمام کتابیں شامل تھیں۔اس کے علاوہ اٹلی کے ایک شہر لیون میں بھی ابن رشد کے فلسفہ پر لیکچر دیئے جاتے تھے۔

ایم جورڈن کا کہنا ہے کہ جب ابن رشد انتقال کر گئے تو پورے یورپ میں ان کی کتابوں کی شہرت ہونے لگی۔

1209ء میں جب ویٹی کن کے پوپ نے ارسطو کی کتاب طبیعیات اور مابعد طبیعیات کو جلانے کا حکم دیا تو ان میں وہ کتابیں بھی شامل تھیں جن پر ابن رشد نے شرحین لکھی تھیں۔

1215ء میں پوپ کی جانب سے ایک فرمان جاری ہوا کہ فلسفہ کی سب کتابوں کو جلا دیا جائے ان کتابوں میں ابن رشد کی کتابیں بھی شامل تھیں۔

اس وقت یورپ میں فلسفہ کے حوالے سے جو مکتبہ فکر تھے،ان سب پر ابن رشد کے فلسفہ

Marfat.com

کا خاص اثر تھا۔ یورپ کے علماء نے اس کا نام Realism رکھا تھا۔

ابن رشد کا سب سے زیادہ اثر فرانسس مکتبہ فکر میں تھا جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ فرانسس مکتبہ فکر کا اصلی مرکز آکسفورڈ میں تھا کیونکہ وہاں ابن رشد کے فلسفہ کے بہت زیادہ تعداد میں عقیدت مند تھے۔ راجر بیکن، انگلستان کا پہلا فلسفی ہے جس نے اعلانیہ طور پر ابن رشد کے خیالات کو نقل کیا۔ وہ ابن رشد کو تمام فلاسفہ پر فوقیت دیتا ہے۔

راجر بیکن اگرچہ انگلستان میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم آکسفورڈ سے حاصل کی اور پیرس سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ وہ عربی زبان روانی سے بولتا تھا اور یونانی زبان پر بھی عبور رکھتا تھا۔ وہ اس کے علاوہ بہت سے علوم میں خاص کر طبیعیات، کیمیا اور ریاضیات میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ لیکن جاہل لوگ اسے جادوگر سمجھتے تھے۔

بیکن پر 1278ء میں ملحد ہونے کا الزام لگایا گیا پوپ کے حکم سے وہ اپنے ملحدانہ خیالات کی وجہ سے ایک عرصہ تک قید رہا۔ رہائی کے بعد آکسفورڈ میں 1294ء میں انتقال کر گیا۔

راجر بیکن ہر جگہ ابن رشد کا نام بہت ہی احترام سے لیتا ہے۔ وہ ابن رشد کو دنیا کا سب سے بڑا فلسفی قرار دیتا ہے۔ راجر بیکن نے ابن رشد کے فلسفہ سے بہت کچھ اخذ کیا اور اپنی تحریروں میں سمویا۔

ڈینز سکاٹس ابن رشد کے فلسفہ کی ہر جگہ مخالفت کرتا تھا۔ اس مخالفت کی وجہ سے بھی ابن رشد کی شہرت اور نام یورپ میں ہر جگہ پہچانا جانے لگا۔

یورپ کے یہودی جنھوں نے ابن رشد کے فلسفے کو پوری طرح قبول کر لیا تھا۔ فرانس، انگلستان اور جرمنی میں یہودی فلاسفہ ابن رشد کے فلسفے کا پرچار کرتے تھے۔

پیرس کی یونیورسٹیوں میں ابن رشد کا فلسفہ نصاب تعلیم میں شامل تھا۔

ساربون یونیورسٹی میں ابن رشد کے فلسفہ کی مخالفت میں لیکچر ہوا کرتے تھے۔

سینٹ تھامس نے تو باقاعدہ ابن رشد کے فلسفہ کے رد میں ایک کتاب لکھی۔

Marfat.com

سیگر اور گرانڈ ڈی ایبرول ابن رشد کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔

1217ء میں ساربون یونیورسٹی نے کوشش کر کے یونی ورسٹی جہاں ابن رشد کا فلسفہ پڑھایا جاتا تھا کے خلاف ایک فرمان حاصل کر لیا۔ اس فرمان میں لکھا گیا تھا کہ ابن رشد کا فلسفہ پڑھنا حرام ہے لیکن اس کے باوجود پیرس یونی ورسٹی میں ابن رشد کا فلسفہ پڑھایا جاتا رہا۔[63]

عرب مفکرین کا فلسفہ یورپ میں سسلی اور فرانس کے ذریعے پہنچا۔ اٹلی کی ریاست سسلی، مراکش کے بلمقابل تھی۔ جب بربر قبائل نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تو جزیرہ سسلی کو بھی فتح کر لیا گیا۔ اس وقت عرب سسلی کو ''صقیلہ'' کہا کرتے تھے۔

عرب حکمرانوں نے سسلی میں بڑے بڑے مدرسے قائم کیے جہاں عرب اور اطالوی اساتذہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طرح عربی علوم فنون اور فلسفہ اٹلی کے دارالخلافہ روم تک پہنچا۔ کسی زمانے میں روم کی شہری ریاستوں اور علوم کا پورے یورپ پر غلبہ تھا۔ لیکن روم کے سیاسی اور علمی زوال کے بعد صدیوں تک رومۃ الکبریٰ فراموش کر دیا گیا تھا۔ لیکن عرب مفکرین کے علوم سے یہاں کے دانش ور طبقہ نے خوب استفادہ کیا اور رومۃ الکبریٰ ایک دفعہ پھر دنیا کا سب سے بڑا علمی اور مذہبی مرکز بن گیا۔

لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر روم سے یہ علمی مرکز پیڈوا (Pediva) منتقل ہو گیا تھا۔ کیونکہ روم میں عیسائی پادریوں نے اپنا مذہبی مرکز ویٹی کن بنا لیا تھا۔ اور وہ عقلی علوم کو مذہب کا دشمن سمجھتے تھے۔

اس وقت پورے یورپ میں ابن رشد کے فلسفے کا چرچہ تھا لیکن جامعہ پیڈوا ہی اصل وہ مرکز تھا جس میں ابن رشد کی تصانیف پڑھائی جاتی تھی۔ اس یونیورسٹی کے پروفیسر اور طلبہ فخر سے خود کو ابن رشد کا پیروکار کہا کرتے تھے۔

اسی جامعہ میں ابن رشد کی کتابوں کے نئے اور زیادہ جامع ترجمے کیے گئے اور اس جامعہ کے پروفیسروں نے ابن رشد کی کتابوں پر شرحیں لکھیں۔

Marfat.com

ابن رشد کے مقابلہ میں یہاں کئی مکتبہ فکر تشکیل پائے۔ یعنی سکندر فردوسی کا مکتبہ فکر، افلاطونی فلسفے کا مکتبہ فکر، یہ تمام مکتبہ فکر آپس میں خوب علمی مباحث کیا کرتے تھے۔

فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک میں سائنس دان اور فلسفی بھی اپنے جدید نظریات اور دریافتیں مذہب سے الگ رہ کر کر رہے تھے۔ اسی دور میں آئزک نیوٹن، گلیلیو گلیلی، لارڈ بیکن اور ڈیکارٹ وغیرہ اپنے فلسفہ کو ایک نئی شکل دے رہے تھے۔

اس دور کا آخری فلسفی ڈی کریمونی تھا۔ اس کے عہد تک ابن رشد کا فلسفہ یورپ میں پڑھایا جاتا رہا۔ یہ عظیم فلسفی 1631ء میں انتقال کر گیا اس طرح فلسفہ اور عقلی علوم کا ایک دور بھی ختم ہو گیا۔

جامعہ پیڈوا کی بنیاد ہی عقلی علوم کی تحریک پر تھی۔ اس جامعہ میں فاضل پروفیسر صاحبان طلباء کو جو لیکچر دیا کرتے تھے وہی لیکچر طلباء لکھ لیا کرتے تھے۔ اور ایک سال کے بعد جامعہ وہ تمام لیکچر شائع کر دیتی تھی۔ جامعہ پیڈوا کے اساتذہ کی شہرت پورے یورپ میں تھی۔ اس لیے جہاں بھی کوئی نئی جامعہ بنائی جاتی وہاں جامعہ پیڈوا کے کسی نہ کسی پروفیسر کو تعینات کیا جاتا۔

جامعہ پیڈوا میں پطرس وابانو نامی ایک عالم نے ابن رشد کو بطور طبیب متعارف کروایا تھا۔ لیکن جب ابن رشد کی دیگر کتب اس جامعہ میں پہنچی تو فلسفہ اور علم سیاسیات کے حوالے سے بھی اس کا تمام لٹریچر نصاب میں شامل کر لیا۔

اگرچہ اس جامعہ میں ہر طرح کے عقلی علوم کی ترویج ہوتی تھی لیکن گرجاؤں کے پادری اب بھی ان سائنسی علوم کی پورے طور پر مخالفت کرتے تھے۔

1324ء میں سیکوڈی ایس کولی نامی ماہر نجوم کو اس لیے زندہ جلا دیا گیا تھا کہ عیسائی مذہب کی تعلیمات کے خلاف تجربات کیا کرتا تھا۔

اگرچہ پطرس وابانو جب تک زندہ رہا وہ گرجے کے پادریوں سے محفوظ رہا لیکن جب اس کی موت واقع ہو گئی تو گرجے کے پادریوں نے اس کی لاش کو قبضے میں لے کر جلا دیا اور

Marfat.com

ساتھ ہی اس کے فلسفے کی کتابیں بھی جلادیں۔

پطرس کے انتقال کے بعد جین ڈی نے ابن رشد کے فلسفے کا درس جاری رکھا۔ اس نے ابن رشد کی اکثر کتابوں پر حواشی بھی لکھے۔ پطرس ابن رشد کو رئیس الفلاسفہ کہا کرتا تھا۔ وہ ابن رشد کا بہت بڑا مداح تھا۔

جامعہ پیڈوا کا دوسرا پروفیسر فرار بانو بولان کا رہنے والا تھا۔ اس نے ابن رشد کی کتاب ''الطبیعیات'' کی شرح لکھی۔ اس لیے وہ رئیس الحکماء مشہور ہوگیا۔

اس کے علاوہ پروفیسر پالڈی جو کہ ونیس کا رہنے والا تھا۔ اور گائیٹیتوں بہت زیادہ معروف ہوئے۔ ان پروفیسروں نے ابن رشد کی کتابوں کی شرح لکھنے میں اپنی ساری عمر گزار دی۔

سولہویں صدی عیسوی میں ابن رشد کی کتابوں کے جدید ترجموں کی ایک تحریک شروع ہوئی اور ان ترجموں کے لیے یہودیوں کے عبرانی ترجموں سے مدد لی گئی۔ اس تحریک کا سب سے متحرک مترجم یعقوب مارتینوں تھا۔ اس نے ابن رشد کے تمام پہلے ترجموں کی تصحیح کی۔ اس تحریک کا دوسرا بڑا مترجم ابراہیم تھا جس نے ابن رشد کی کئی کتابوں کے جدید ترجمے کئے۔ ان کے علاوہ پال اسرائیلی کالو کالونیم اور الیاس مدیجو نے ابن رشد کے بہت سے رسائل کے مستند ترجمے کئے۔

ایک عیسائی مترجم پروفیسر ویرونہ نے بھی ابن رشد کی کتب کے جدید ترجمے کیے۔ پروفیسر زرابیلہ 1564ء سے 1589ء تک جامعہ پیڈوا میں پروفیسر رہا۔ وہ ابن رشد کی کتابوں سے اقتباسات نقل کیا کرتا تھا۔ اگرچہ اس وقت یورپ میں دو مکتبہ فکر تھے۔ ایک ابن سینا کا مداح تھا جبکہ دوسرا مکتبہ فکر ابن رشد کا مداح تھا۔ پروفیسر زرابیلہ ابن رشد کے مداحوں میں تھا۔

اسی عہد کا ایک پروفیسر بنڈلیسیو اس نے جامعہ پیڈوا میں ابن رشد پر جو لیکچر دیے تھے وہ اب تک محفوظ ہیں۔

Marfat.com

سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی صدی میں اگرچہ یورپ کے کئی علماء نے ابن رشد کو تنقید کا نشانہ بنایا لیکن اس کے باوجود یورپ میں ابن رشد کی عظمت کا اعتراف بھی کیا گیا اور اس کی کتابوں سے استفادہ بھی کیا گیا۔ پروفیسر زرابیلہ سینٹر کریمونی تھا۔ اس نے ابن رشد کے فلسفے کو انتہائی جامع اور شاندار قرار دیا۔

3 جولائی 1619ء کو جامعہ پیڈوا کے تمام پروفیسر کو ایک خط کے ذریعے تنبیہہ کی گئی کہ وہ ایسے فلسفیانہ مسائل بالکل نہ بیان کریں۔ جن سے طلباء کے ذہنوں پر بُرا اثر پڑے۔ پروفیسر کریموئی نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ جامعہ مجھے اسی بات کی تنخواہ دیتی ہے کہ میں طلباء کو فلسفہ پڑھاؤں اس کے علاوہ میں کوئی اور کام نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں اپنے اس عہدہ سے مستعفیٰ ہوتا ہوں۔

نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے ابن رشد کے فکر و فلسفہ کا ایک اہم کردار تھا اور یورپ کی بیداری زیادہ تر ابن رشد اور ابن سینا کے فلسفے ہی کی مرہون منت ہے۔[64]

یورپ میں جیسے جیسے ابن رشد کے فلسفہ کی مقبولیت ہو رہی تھی ایسے ہی جادو اور سحر وغیرہ سے لوگوں کا یقین اٹھتا جا رہا تھا۔

ابن رشد نے اپنے فلسفہ کے حوالے سے ثابت کردیا تھا کہ نوع انساں ہی کائنات میں منفرد مخلوق ہے جبکہ دیگر تمام مخلوقات اس کے تابع ہیں۔

یورپ میں ابن رشد کے فلسفہ کے حوالے سے تین دور ہیں۔ پہلے دور میں صرف ابن رشد کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ دوسرے دور میں ابن رشد کی فلسفیانہ علیت کو تسلیم کیا گیا اور ابن رشد کے بے شمار عقیدت مند بننے لگے۔ کچھ علماء ابن رشد کی کتابوں کی تشریح و تعبیر لکھنے لگے۔ اس حوالے سے زیادہ تر کام جامعہ پیڈوا کے پروفیسروں نے کیا تھا۔

ابن رشد کے مقلدوں کو کئی قسم کی پریشانیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا اور عیسائی پادری ابن رشد اور اس کے مقلدین کو ملحد اور کافر قرار دینے لگے کیونکہ یہ آزاد خیال معجزوں کا انکار کرتے

Marfat.com

تھے اور یہ باتیں عیسائی پادریوں کو اس لیے پسند نہ تھیں کہ فلسفیانہ تعلیمات بائبل کی تعلیمات سے متصادم تھیں۔ پادری سمجھتے تھے کہ ایسے فلسفیانہ افکار براہ راست مذہب پر حملہ ہے۔

ابن رشد کے یورپ میں فلسفے کا تیسرا دور اس کی تصنیفات کو سترہویں صدی میں دوبارہ دریافت کر کے ان کی اشاعت تک ہے۔[65]

چودھویں صدی عیسوی کے آخری عشرے میں یورپ میں فلسفہ کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اس نہج پر پہنچنے کے لیے فلسفیوں نے اپنا بہت کچھ قربان کیا تھا لیکن اب بھی کسی حد تک یورپ کے علمی حلقے دو گروہوں میں منقسم تھے۔

ایک وہ طبقہ تھا جو ارسطو، ابن رشد اور عربی فلسفہ کا حمایتی تھا جبکہ دوسرا طبقہ، ارسطو ابن رشد اور عربی فلسفہ کی تردید کرتا تھا۔ اسی دور میں مسیحیت کا ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو پروٹسٹنٹ کہلایا۔ دراصل یہ فرقہ دونوں مکتبہ فکر کے علماء میں اصلاح کرنا چاہتا تھا تاکہ فلسفہ اور مذہب سے الگ الگ مفید کام لیے جائیں۔

چودہویں صدی میں جب بازنطینی حکومت پر ترکوں نے حملے کیے تو وہاں کے علماء اور فلاسفر اٹلی کی جانب ہجرت کر گئے اور اپنے ساتھ علمی کتابیں بھی لے گئے۔

اہل یورپ نے اک نیا مؤقف اپنایا کہ فلسفے کے اصل بانی تو یورپی ہیں اس طرح رفتہ رفتہ عرب مفکرین اور فلاسفہ کو نظر انداز کر دیا گیا۔

اب عربی زبان کے بجائے یونانی اور لاطینی زبان میں فلسفہ پڑھایا جانے لگا۔

ابن رشد اور اندلس کے یہودی علماء

علامہ قفطی ''اخبار الحکمہ'' میں لکھتے ہیں کہ ابن رشد کے شاگردوں میں عیسائی، مسلمان اور یہودی سب ہی شامل تھے۔

اندلس میں یہودی فلاسفہ بھی بہت بڑی تعداد میں تھے۔ یہ اندلس میں علم و فلسفہ کے

Marfat.com

عروج کا زمانہ تھا اور ابن رشد کئی علمی انجمنوں کے رہنما تھے۔

اندلس کے یہودیوں نے بھی عقلی علوم اور فلسفہ میں گہری دلچسپی لی۔ اندلس میں اسلامی حکومت سے پہلے یہودی بہت بڑی تعداد میں آباد تھے۔ یہودی اور عیسائیوں میں اکثر مداوت رہتی تھی۔ یہ یہودی بہت عرصہ پہلے مشرقی یورپ سے جلاوطن ہو کر اندلس میں آباد ہوئے تھے۔

اندلس میں عیسائیوں نے یہودیوں پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا تھا اور انہیں زبردستی عیسائی بھی بنا دیا جاتا تھا۔

جبکہ مسلمانوں کی آمد سے یہودی عیسائیوں کے ظلم سے نجات پا گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے علوم وفنون کی ترقی میں زبردست کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح عربی زبان کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

قرطبہ کی جامع مسجد میں ہزاروں طلباء آ گئے تھے اور فلسفہ اور سائنس کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ قرطبہ میں ہر علم کے علماء بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ان علماء سے یورپ سے آنے والے علماء بھی مستفید ہوتے تھے۔

اندلس کے یہودیوں میں ابراہیم بن سہل "ابوالعلیٰ الشلوبی اور ابن الدباج عربی کے معروف شعرا تھے۔ بلکہ یہودی عورتیں بھی عربی زبان میں شاعری کرتی تھیں۔ اس دور کی خاتون شاعرہ قسمونہ بنت اسماعیل بہت بڑی شاعرہ تھی۔

ابن جبرول ابن باجہ سے سو سال پہلے گزرا تھا۔ وہ فلسفہ کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنا تمام فلسفہ عربی زبان میں لکھا۔

موسیٰ بن میمون قرطبہ کے ایک یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس نے نوجوانی میں یہودیوں کے تالمود بابل اور تالمود یروشلم کی تفسیریں لکھی تھیں جس کی وجہ سے یہودی اس کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

موسیٰ بن میمون، ابن رشد کے ذہین ترین شاگردوں میں سے تھا لیکن جب اسے عہد

Marfat.com

المومن نے اندلس سے جلاوطن کر دیا تو وہ مصر چلا گیا۔ مصر میں وہ صلاح الدین ایوبی کا خاص طبیب بن گیا۔

لیکن کچھ مورخین کا خیال ہے کہ وہ ابن رشد کی بجائے کسی اور مسلمان عالم کا شاگرد تھا لیکن یہ بات طے ہے کہ وہ ابن رشد کا بہت زیادہ معتقد تھا اور ابن رشد کے فلسفے کو اس نے اپنے شاگردوں تک پہنچایا۔

موسیٰ بن میمون کے بعد اس کے شاگرد یوسف بن یحییٰ نے ابن رشد کے فلسفے کے دروس جاری رکھے۔

اس طرح ابن رشد کا فلسفہ یہودیوں میں رچ بس گیا۔ مہدین کے دور حکومت میں اندلس کے حالات بہت زیادہ بگڑ گئے تو بہت سے یہودی خاندان یورپ کے دوسرے ممالک میں جا بسے۔ ان میں جو فلسفے کے شیدائی تھے انہوں نے یورپی ملکوں میں جا کر ابن رشد کے فلسفہ کی اشاعت کا کام جاری رکھا۔ بہت سارے یہودی علماء نے ابن رشد کے عبرانی تراجم کیے۔

جن یہودی علماء نے ابن رشد کے فلسفے کے تراجم عبرانی میں کیے ان میں ابن طیبون بہت زیادہ شہرت رکھتا ہے۔ اس کے بعد شموئل ابن طیبون، یحییٰ بن سلاما، ابن یوسف بن فافورا، جرسن بن سلمان، یعقوب بن ابی مریم، سلمان بن یوسف، ابن اسحٰق، یحییٰ بن مامون، موسیٰ بن طابورا، سلمان بن موسیٰ الغوری اور لاوی بن جرسن ہیں۔

لیون بن جرسن کے دور میں تو ابن رشد اس قدر معروف ہو گیا تھا کہ یہودی ارسطو وغیرہ کو تو بالکل بھول ہی گئے تھے۔ ہر یہودی عالم اور فلسفی صرف ابن رشد کی تصنیفات پر شرحیں اور تفسیریں لکھنا تو قابل فخر سمجھتا تھا۔[66]

Marfat.com

ابن رشد کے نظریات

ابن رشد اپنے زمانے کا بے مثل مفکر تھا۔ اس نے مروجہ علوم کے علاوہ بہت سے ایسے علوم پر بھی طبع آزمائی کی جو اس زمانہ میں اندلس میں معروف نہ تھے۔

اگرچہ بنیادی طور پر ابن رشد ایک طبیب تھا۔ اس نے پیشہ طبابت اپنے والد سے سیکھا تھا کیونکہ ابن رشد کا والد اور دادا بھی بنیادی طور پر طبیب ہی تھے۔ اس طرح طبابت اس کا آبائی پیشہ تھا۔

لیکن ابن رشد کا خاندان ہمیشہ سے نئے نئے علوم کی تلاش میں رہا تھا۔ اس کے دادا بھی اپنے دور میں مختلف علوم میں مہارت رکھتے تھے اور والد بھی۔

ابن رشد نے اصول فقہ، صرف فقہ، منطق، فلسفہ، علم الکلام، نفسیات، اخلاقیات، طبعیات، سیاسیات، گرائمر، علم حیوانات، فلکیات اور دیگر سائنسی علوم پر مستند اور جامع کتب لکھیں۔

ابن رشد یونانی فلسفی اور سائنسدان ارسطو سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس لیے اس نے ارسطو کی عام کتابوں کے عربی میں ترجمے کیے ان کی تلخیصیں بھی لکھیں اور ان پر شرحیں بھی لکھیں۔

سید حسین ناصر اور والیور لیمین نے مشترکہ طور پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے History of Islamic Philosophy وہ اس کتاب میں ابن رشد کے کام کے حوالے سے لکھتے ہیں۔[67]

Marfat.com

Ibn Rushd's works were spread over 20,000 pages covering a variety of different subjects including early Islamic philosophy, logic in Islamic philosophy, Arabic medicine, Arabic mathematics, Arabic astronomy, Arabic grammar, Islamic theology, Sharia (Islamic law) and Fiqh (Islamic jurisprudence)f. In particular his most important works dealt with Islamic philosophy, medicine and Fiqh. He wrote at least 67 original works, which included 28 works on philosophy, 20 on medicine, 8 law, 5 on theology and 4 on grammar, in addition to his commentaries on most of Aristotle's works and his commentary on Plato's The Republic.

He wrote commentaries on most of the surviving works of Aristotle. These were not based on primary sources (it is not known whether he knew Greek) but rather on Arabic translations. There were three levels of commentary the Jami, the Talkhis and the Tafsir which are respectively, a simplified overview, an intermediate commentary with more critical material and an advanced study of Arstotelian thought in a Muslim context. The terms are taken from the names of differnt types of

Marfat.com

commentary on the Quran. It is not known whether he wrote commentaries of all three types on all the works: in most cases only one or two commentaries survive.

He did not have access to any text of Aristotle's politics. As substitute for this he commented on Plato's The Republic, arguing that the ideal state there described was the same as the original constitution of the Arab Caliphate, as well as the Almohad state of Ibn Tumart.

His most important original philosophical work was the Incoherence of the Incoherence (Tahafut al tahafut) in which he defended Aristotelian philosophy against al Ghazali's claims in the Incoherenec of the Philosophers (Tahafut al falasifa). Al Ghazali argued that Aristotelianism, especially as presented in the writings of Avicenna, was self contradictory and an affront to the teachings of Islam. Averroes' rebuttal was two pronged: he contended both that al Ghazali's arguments were mistaken and that in any case the system of Avicenna was a distortion of genuine Aristotelianism so that al -Ghazali was aiming at the wrong target. Other works were the Fasl al-Maqal which argued for the legality of

Marfat.com

philosophical investigation under Islamic law and the Kitab al-Kasf, which argued against the proofs of Islam advanced by the Ash arite school and discussed what proofs, on the popular level, should be used instead.

Averroes is also a highly-regarded legal scholar of the Maliki school. Perhaps his best known work in this field is Bidayat al-Mujtahid wa Nihayat al-Muqtasid

A text book of Maliki doctrine in a comparative framwork. He is also the author of al-Bayan Wal'l Tahsil, Wa'l-Sharh Wa'l Tawjih Wa'l Ta'lil fi Masa'il al Mustakhraja, a long and detailed commentary based on the Mustakhraja of Muhammad al-utbi al-Qurtubi.

In medicine Averroes wrote a medical encyclopedia called Kulliyat (Generalities" i.e. general medicine), known in its Latin translation as Colliget. He also made a compilation of the works of Galen (129-200) and wrote a commentary on The Canon of Medicine (Qanun fi "t-tibb) of Avicenna (Ibn Sina) (980-1037).

Jacob Anatoli translated several of the works of Averroes from Arabic into Hebrew in the 1200s. Many of them were later translated from Hebrew into Latin by Jacob

Marfat.com

Mantino and Abraham de Balmes. Other works were translated directly from Arabic into Latin by Michael Scot. Many of his works in logic and metaphysics have been permanently lost, while others, including some of the longer Aristotelian commentaries, have only survived in Latin or Hebrew translation, not in the original Arabic. The fullest version of his works is in Latin, and forms part of the multi volume Juntine ediction of Aristotle published in Venice 1562-1574.

ابن رشد نے یونانی فلسفی ارسطو سے متاثر ہو کر جو کچھ لکھا وہ عین سائنسی بنیادوں پر تھا بلکہ ابن رشد کے بہت سے محققین کا کہنا ہے کہ ابن رشد کا فلسفہ اور علم اپنے زمانے میں بہت آگے تھا۔

یورپ میں ابن رشد کی شہرت اس کی کتاب ''الکلیات'' سے ہوئی۔ اس کتاب میں اس نے جس و روح کے اتصال کو موضوع بنایا اور اس میں ایسی اصطلاحات استعمال کیں جو اس سے قبل کسی نے نہ لکھی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کی کتاب ''مابعد از طبیعیات "The Book of Meta Physics" اور ''الطبیعیات'' Physics شاندار کتابیں ہیں جو بالکل سائنسی بنیادوں پر لکھی گئیں۔

کتاب النفس میں اس نے جدید نظریات کا اظہار کیا ہے جو کہ آج کے جدید دور کی تحقیق کے عین مطابق ہیں۔

طبابت

ابن رشد نے ابتدائی تعلیم ابن باجہ سے حاصل کی تھی جب کہ اس وقت ابن رشد کی عمر

Marfat.com

صرف تیرہ سال تھی۔ اس عہد کے مروجہ علوم میں طب کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس پیشہ سے وابستہ لوگ مالی فوائد کے علاوہ شہرت و مقبولیت بھی حاصل کرتے تھے اور اسی بنا پر حکمرانوں کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوا کرتے تھے۔

اگرچہ فلسفہ کا رواج عام ہو چکا تھا لیکن فلسفہ وغیرہ پر تنقید کرنے والے بھی کچھ کم لوگ نہ تھے۔ جبکہ طباعت ایک ایسا فن تھا جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔

ابن رشد کو بھی بچپن سے ہی طب و فلسفہ کی تحصیل کا شوق تھا۔

ابن باجہ کے انتقال کے بعد اس نے ابوبکر جزیول اور ابوجعفر بن ہارون الترجالی سے طب و فلسفہ کی تکمیل کی۔

اس زمانہ میں ابوجعفر ہارون الترجالی طب کا امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ امام صاحب اگرچہ ترجالہ کے رہنے والے تھے لیکن اشبیلیہ میں ایک عرصہ تک مقیم رہے تھے انہیں طب میں کمال حاصل تھا۔

وہ اپنے بے مثال علاجوں اور نادر طریقہ کار کی بدولت اندلس بھر میں شہرت رکھتے تھے۔ اپنی اسی شہرت کی بنا پر وہ یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز رہے۔

ابن رشد صرف پینتیس سال کی عمر میں طب میں اس قدر مہارت حاصل کر چکے تھے کہ اندلس میں ان کے پائے کا کوئی طبیب نہ تھا۔

انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الکلیات'' پینتیس برس کی عمر میں لکھی۔ اس سے ان کی شہرت یورپ اور افریقہ میں پھیل گئی۔

اس طرح وہ اندلس کے اعلیٰ ترین حلقے میں داخل ہو گئے۔

اندلس میں ان دنوں بنی زہر کے خاندان کے علم و فضل کا شہرہ تھا۔ اس خاندان کے ساتھ ابن رشد کے بہت گہرے مراسم تھے۔

Marfat.com

اس خاندان کے دو افراد ابومروان بن زہر ایاوی اور اس کے بیٹے ابومروان بن عبد الملک نے مشرق میں جا کر طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔

ابومروان بن عبد الملک نے ایک عرصہ تک قیران اور مصر میں طبابت کی تھی اس کے خاندان کے اکثر افراد اندلس کے حکمرانوں کے شاہی طبیب رہے تھے۔

اسی خاندان کا ایک فرد ابومروان بن العلاء بن زہر عبدالمومن کے دربار میں شاہی طبیب تھا۔اس کے بعد ابن زہر خاندان کے کئی افراد شاہی دربار سے بطور طبیب منسلک رہے۔

طب وفلسفہ کے حوالے سے مروان بن زہر سے ابن رشد کی شناسائی ہوئی اس کے بعد ابن رشد کا اس خاندان سے تعلق بڑھتا گیا۔

ابن رشد نے جب طب پر تفصیلی کتاب ''الکلیات'' لکھی تو اس نے ابومروان بن زہر سے کہا کہ وہ بھی فن طب کی جزوئیات لکھے اس طرح دونوں دوستوں نے فن طب پر شاندار کتابیں لکھیں۔

ابن رشد اپنی کتاب ''الکلیات'' کے اختتام میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں فن طب کے امور کلیہ کو جمع کر دیا ہے جبکہ ایک ایک عضو کے امراض کو الگ الگ بیان نہیں کیا اس کتاب میں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ میں نے فرمائش کر کے ابومروان بن زہر سے جو کتاب التفسیر لکھوائی ہے وہ کافی ہے

ابومروان ابن زہر نے اپنی اس کتاب میں معالجات اور علامات مرض پر تفصیل سے لکھا ہے۔

ابن رشد کو فقہ، طب اور فلسفہ میں امام تسلیم کیا جاتا تھا۔[68]

ابن رشد نے طب Medicine کے حوالے سے بڑی بڑی دریافتیں کیں۔اس نے اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنا پر دریافت کیا کہ جس مریض کو ایک دفعہ چیچک کا مرض لاحق ہو جائے اسے دوبارہ چیچک کا مرض لاحق نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اس عظیم طبیب کی دوسری بڑی دریافت آنکھ کی بصارت کے حوالے سے ہے۔

اس بارے میں اس نے دریافت کیا کہ آنکھ کا پردہ بصارت Retina ہے، آنکھ کا عدسہ یعنی Lens نہیں۔ یہ ایک بہت بڑی دریافت تھی۔

ابن رشد ابو یعقوب یوسف کے شاہی طبیب مقرر ہوئے۔ اس سے قبل وہ طب کی دنیا میں اپنا نام پیدا کر چکے تھے۔

دراصل ابن رشد نے جب ارسطو کی کتابوں کا مطالعہ کیا، ان کے ترجمے کے بعد ان پر شرحیں لکھیں تو ارسطو کی کتاب الحیوان میں جو کچھ فطری قوانین کے تحت انسان کا مطالعہ کیا گیا تھا۔ اس سے ابن رشد نے اس وقت کے اطباء کی نسبت بہت زیادہ سیکھا۔

ارسطو نے جو طب کے لیے راستہ ہموار کیا تھا اس سے بہت زیادہ فائدہ ابن رشد نے اٹھایا۔ اگرچہ ابن رشد جالینوس کی طبی کتابوں اور نظریات کا مطالعہ بھی کر چکا تھا۔

ابن رشد کی کتاب ''الکلیات'' دراصل ایک طبی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ مرض اور علاج کے حوالے سے سات حصوں میں تقسیم ہے۔ یہ ایک ایسا جامع انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں تشریح الاعضاء، صحت، مرض، دوا اور غذا، اصلاح صحت، بیماریوں کی علامت اور وہ سب کچھ موجود ہے جس کو کسی بھی طبی یا میڈیکل کالج میں بطور نصاب پڑھایا جا سکتا ہے۔

ابن رشد کی اس کتاب کا اٹلی کی جامعہ پیڈوا میں لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ تب سے یہ کتاب یورپ کے میڈیکل کالجوں میں بطور نصاب پڑھائی جاتی رہی ہے۔

اس کتاب میں نفسیات کے حوالے سے جو نظریات دیئے گئے ہیں وہ انتہائی اچھوتے اور منفرد تھے۔[69]

ڈاکٹر سمتھ ایملی ''جرنل آف دی ہسٹری آف میڈیسن اینڈ الائیڈ سائنسز'' میں لکھتے ہیں کہ بطور طبیب ابن رشد نے عربی طب کے حوالے سے بیس کتابیں لکھیں۔ ان میں سات جلدوں پر مشتمل وہ طبی انسائیکلوپیڈیا بھی ہے جس کا نام ''کتاب الکلیات فی الطب'' ہے۔

Marfat.com

دراصل اس طبی انسائیکلوپیڈیا بھی ہے جس کا نام کتاب الکلیات فی الطب ہے دراصل اس طبی انسائیکلوپیڈیا میں وہ تمام قواعد وضوابط موجود ہیں جن کے تحت علم طب کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اگرچہ اس حوالے سے ابن سینا کی کتاب ''القانون'' سے زیادہ طب کی کسی کتاب کو اہمیت حاصل نہیں تھی۔ ابن رشد نے یہ کتاب 1162ء سے پہلے مکمل کر لی تھی۔ اس میں، فزیالوجی، جنرل پتھالوجی، تشخیص یا Dignosis، میٹریا میڈیکا، ہائی جین وغیرہ کے اہم ابواب شامل ہیں۔

اس کی یہ کتاب تیرہویں صدی میں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئی۔ اس کے بعد دو دفعہ اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔

اس کتاب کے ساتھ ساتھ ابن زہر کی کتاب ''الشفا'' کو بھی وہی شہرت حاصل ہوئی جو ابن رشد کی کتاب ''الکلیات'' کو حاصل ہے۔

ڈیوڈسی نے 1981ء میں شکاگو یونیورسٹی پریس سے ابن رشد کی عظیم دریافتوں کے بارے میں یعنی ''بصارت اور چیچک'' پر ایک شاندار مقالہ لکھا، وہ لکھتا ہے۔ [70]

As a Physician, Ibn Rushd wrote twently treatises on Arabic medicine, including a seven volume medical encyclopedia entitled Kitabu l Kulliyat Fi al Tibb (General Rules of Medicine) better known as Colliget in Latin. This encyclopedic work was completed at some time before 1162and elaborated on physiology, general pathology, diagnosis, meteria medica, hygiene and general therapeutics. He argued that no one can suffer from smallpox twice, and fully understood the function of the retina. However, his Colliget was largely

Marfat.com

overshadowed by the earlier medical encyclopedias, Continents by Muhammad ibn Zakariya ar Razi (Rhazes) and the Canon of Medicine by Ibn Sina (Avicenna). As a result Averroes fame as a physicisan was eclipsed by his own fame as a philosopher. His Kulliyat was translated into Latin by the Jewish translator Bonacosa in the Late 13 th century and again by Syphorien Champier in circa 1537, and it was also translated into Hebrew twice. Max Meyerhof notes that the prototypes for the Physician philosophers that predominated in Spain were Ibn Zuhr (Avenzoar) and Ibn Rushd Averroes.

Ibn Rushd discussed the topic of human dissection and autopsy. Although he never undertook human dissection, he was aware of it being carried out by some of his contemporaries such as ibn Zuhr (Avenzoar) and appears to have supported the practice. Ibn Rushd stated that the practice of dissection strengthens the faith due to his view of the human body as "the remarkable handiwork of God in his creation. Despite his criticism of Al Ghazali's theological views, Ibn Rushd agreed with him on the issue of anatomy and dissection, and worte.

Whoever has been occupied with the science of anatomy dissection (tashrfh) has increased his belief in God.

In urology, Ibn Rushd identified the issues of sexual

Marfat.com

dysfunction and erectile dysfunction, and was among the first to prescribe medication for the treatment of these problems. He used several methods of therapy of this issue, including the single drug method where a tested drug is prescribed and a combination method of either a drug or food. Most of these drugs were oral medication, though a few patients were also treated through topical or transurethral means.

In neurology and neuroscience, Ibn Rushd suggested the existence of Parkinson's disease, and in ophthalmology and optics, he was the first to attribute photoreceptor properties to the retina. In his Colliget he was also the first to suggest that the principal organ of sight might be the arachnoid membrance (aranea). His work led to much disccusion in 16th century Europe over whether the principal organ of sight is the traditional Galenic crystalline humour or the Averroist aranea, which in turn led to the discovery that the retina is the principal organ of sight.

Marfat.com

نظریہ علم النفس(Psychology)

ابن رشد کے علوم پر تحقیق کرنے والے زیادہ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ابن رشد کے علم النفس کو سمجھنے کے لیے ارسطو کے علم النفس سے واقف ہونا ضروری ہے۔

یونان کے قدیم فلاسفہ اس بات پر متفق تھے۔ وہ روح کی دو خصوصیات بیان کرتے تھے یعنی روح ہی تصور اور حرکت ہے۔

معروف یونانی فلاسفر ڈیما کریٹس اور انکسا غورث نفس اور روح کو ایک ہی چیز خیال کرتے تھے اس طرح ابن رشد نے ارسطو کے کلام کی جو شرحیں لکھیں اس میں اپنا نفس و روح کا نظریہ بھی سمو دیا۔

ابن رشد سے قبل سکندر فردوسی نے اس نظریے کو اپنے انداز میں پیش کیا لیکن ابن رشد سکندر سے اختلاف کرتا ہے۔

ابن رشد کا کہنا ہے کہ ادراک کے دو نفسی عمل ہیں ایک خارجی اور ایک مابعد الطبیعیاتی۔

اس کا کہنا ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اس میں ادراک کا مادہ بہت کم ہوتا ہے اور اس کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کا ادراک بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ جس طرح نفس ترقی کرتا جاتا ہے اس طرح جھوٹ فنا ہوتا جاتا ہے اور انسان عقلِ فعلی سے انسانیت کے اعلیٰ مدارج طے کرتا جاتا ہے۔

ابن رشد مسلمان فلاسفہ کے فلسفہ تصوف سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کا کہنا ہے کہ روح اعلیٰ

Marfat.com

کے ساتھ اتصال صرف علم کی مدد سے حاصل ہوتا ہے اس طرح حال، مکاشفہ اور مراقبہ کے حالات بے معنی ہیں۔ بلکہ انسان کی پیدائش کی غرض وغایت ہی یہی ہے کہ معقولات کے رنگ کو غالب کردے تاکہ وجود کائنات میں اپنی انفرادیت کو برقرار رکھ سکے۔

اس کا کہنا ہے کہ عقل کی حالت حس کے بالکل متوازی ہے مادہ کے علاوہ کائنات میں ایک اور عنصر کارفرما ہے یہ عقل ادراک محض کا نام ہے اور تمام عالم اس کے اندر موجود ہے۔ اگرچہ اس دنیا میں کئی طرح کی روحیں موجود ہیں لیکن ان میں سب سے افضل ترین روح انسان کی ہے انسان کی عقل فعلی اس کے مرنے کے بعد عقل کل میں جذب ہوجاتی ہے اور یہی انسان کی حقیقی معراج ہے۔

ڈاکٹر ایچ چاڈ ہیلر ابن رشد کے علم النفس کے بارے میں لکھتا ہے۔ [71]

H. Chad Hillier writes the following on Ibn Rushd's contributions to psychology. There is evidence of some evolution in Ibn Rushd's thought on the intellect, notably in his Middle commentary on De Anima where he combines the positions of Alexander and Themistius for his doctrine on the material intellect and in long commentary and the Tahafut where Ibn Rushd rejected Alexander and endorsed Themistius position that material intellect is a single incoporeal eternal substance that becomes attached to the imaginative faculties of individual humans. Thus the human soul is a separate substance ontologically identical with the active intellect;

Marfat.com

and when this active intellect is embodied in an individual human, it is the material intellect. The material intellect is analogous to prime matter, in that it is pure potentiality able to receive universal forms. As such the human mind is a composite of the material intellect and the passive intellect, which is the third element of the intellect. The passive intellect is identified with the imagination, which, as noted above, is the sense-connected finite and passive faculty that receives particular sensual forms. When the material intellect is actualized by information received, it is described as the speculative (habitual) intellect. As the speculative intellect moves towards perfection, having the active intellect as an object of thought, it becomes the acquired intellect. In that it is aided by the active intellect, perceived in the way Aristotle had taught, to acquire intelligible thoughts. The idea of the soul's perfection occurring through having the active intellect as a greater object of thought is introudced elsewhere, and its application to religious doctrine is seen. In the Tahafut, Ibn Rushd speaks of the soul as a faculty that comes to

Marfat.com

resemble the focus of its intention, and when its attention fowses more upon eternal and universal knowledge, it becomes more like the eternal and universal. As such, when the soul perfects itself, it becomes like our intellect.

Ibn Rushd succeeded in providing an explanation of the human soul and intellect that did not involve an immediate transcendent agent. This opposed the explanations found among the Neoplatonists, allowing a further argument for rejecting of Neoplatonic emanation theories. Even so, notes Davidson Ibn Rushd's theory of the material intellect was something foreign to Aristotle.

Marfat.com

فلسفہ ابن رشد

یہ ایک فطری چیز ہے کہ انسان جس ماحول میں رہتا ہے، جن تجربات سے گزرتا ہے اور جس کی تقلید کرتا ہے وہی کچھ اس کے خیالات پر حاوی ہو جاتا ہے۔

ابن رشد کے فلسفہ نے عرب دنیا کے علمی حلقوں کے علاوہ یورپ کے علمی حلقوں پر بھی بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔

ابن رشد کو طب و فلسفہ اپنے خاندان سے ہی وراثت میں ملا تھا۔ اس کی فلسفے میں شدید دلچسپی اور غیر معمولی ذہانت نے اس کو فلسفے کو امام بنا دیا تھا۔ اس نے جب معلم اول ارسطو کی فلسفہ کی کتابوں پر شرحیں لکھیں تو فطری بات تھی کہ ارسطو کے فلسفے کے اثرات اس کی فکر پر بھی پڑے۔

ابن رشد نے فلسفہ پر اڑتیس شاندار کتابیں تصنیف کیں۔ ابن رشد کا فلسفہ ارسطو کے فلسفہ کی تشریح کہا جا سکتا ہے۔

ارسطو فلسفہ کے تمام مبادی کو تسلیم کرتا ہے۔ ارسطو کے فلسفہ میں جس جگہ بھی ابہام رہ گیا ہے اس کی تشریح کر دیتا ہے۔

ابن رشد فلسفہ کی نئی تحقیق کو مشائی فلسفہ کو افلاطونی فلسفہ کے مسائل سے محفوظ کر دیتا ہے۔

اصول فلسفہ میں وہ ارسطو کی پیروی کرتا ہے۔

ابن رشد کے فلسفہ کی بنیاد دو مسائل پر مبنی ہے یعنی اس کائنات کا قدیم اور ازلی ہونا اور

Marfat.com

وحدت عقل۔

پہلے مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے اسے مسلمان مفکرین سے مقابلہ کرنا پڑا جبکہ دوسرے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے اسے مسیحی مفکرین سے نبرد آزما ہونا پڑا۔

تخلیق کائنات کے حوالے سے فلاسفہ کے تین مکتبہ فکر ہیں۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ کائنات ایک اعلیٰ ترین صفات کی حامل ہستی نے پیدا کی ہے۔اس نے کائنات کی تخلیق کے علاوہ اس میں موجود تمام اشیاء بھی پیدا کی ہیں۔سبب ومسبب وغیرہ کچھ نہیں ہے۔اسی اعلیٰ ہستی کا ارادہ سب کائنات پر حاوی ہے جبکہ یہی رائے اہل مذہب کی ہے۔

فلاسفہ کا دوسرا مکتبہ فکر اس بات کا قائل ہے کہ کائنات کی نہ ابتدا ہے اور نہ ہی انتہا ہے۔ مادہ قدیم ہے اور مادے نے خود اپنی صورت تشکیل دی۔اسی کا نام تخلیق ہے۔اس لیے اس کائنات کی تمام اشیاء قانون علت ومعلول کی تابع ہیں۔اس کائنات میں تمام قسم کے تغیرات اسی قانون کے تحت انجام پاتے ہیں۔

جبکہ فلاسفہ کا تیسرا مکتبہ فکر کہتا ہے کہ مادہ جس طرح اپنے وجود میں علت کا محتاج نہیں اس طرح تشکیل وحرکت میں بھی علت سے بے نیاز ہے جبکہ دائمی حرکت اس کی خصوصیت ہے اور اسی سے اس کی شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔

ابن رشد نے ارسطو کی کتاب مابعد طبیعیات کے بارھویں باب کی تشریح میں اس مسئلہ پر نہایت وضاحت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔چنانچہ اس کا کہنا ہے۔

تخلیق کائنات کے مسئلہ پر فلاسفہ نے دو متضاد آراء قائم کی ہیں۔ایک فریق کائنات کی تخلیق کا انکار کرتا ہے اور قانون ارتقاء کی ہمہ گیری کا مدعی ہے جبکہ دوسرا ارتقاء سے انکار کرتا ہے۔

ارتقاء کے قائل فلاسفہ کا خیال ہے کہ تخلیق کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ منتشر ذرات جمع ہو کر ترکیب اختیار کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے برعکس دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ خالق نے اس کائنات کو اپنی مرضی سے پیدا کیا ہے۔

ان دونوں نظریوں کے علاوہ بھی کچھ مکتبہ فکر ہیں۔ جن میں کم وبیش ان دونظریوں میں سے کسی ایک خیال کی جھلک پائی جاتی ہے۔

مثلاً ابن سینا اگرچہ ارتقاء کا قائل ہے لیکن اشیاء کی شکلوں کے مسئلہ پر اس کو ارسطو سے اختلاف ہے کیونکہ ارسطو کا کہنا ہے کہ مادہ اور صورت دونوں غیر مخلوق ہیں۔

لیکن ابن سینا مادہ کو غیر مخلوق اور صورت کو مخلوق مانتا ہے اسی وجہ سے خالق کائنات کا نام اس نے قوت مصورہ رکھا ہے۔

علامہ فارابی کا نظریہ ہے کہ بعض حالتوں میں خود مادہ بھی تخلیق کا کام سرانجام دیتا ہے۔

جبکہ ارسطو کا کہنا ہے کہ تخلیق کرنے والا نہ صرف مادہ صورت کو تخلیق کرتا ہے بلکہ ان دونوں سے مل کر جو چیزیں بنتی ہیں ان کو بھی خلق کرتا ہے۔ یعنی مادہ میں حرکت پیدا کر کے اس کی شکل اور صورت اس حد تک بدل دیتا ہے کہ مادہ کے اندر قوت استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ کسی فعل کو سرانجام دے سکتا ہے۔ اور یہی تخلیق کرنے والے کا فعل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں سمندر اور زمین میں جو حرارت مخفی حالت میں ہے اس سے طرح طرح کے نباتات اور حیوانات کی پیدائش ہوتی رہتی ہے اور یہ تمام افعال فطرت کے طریق پر ایک خاص ترتیب اور نظم ضبط کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ اسی بنا پر خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی عقل کامل اس تمام کی رہنمائی کر رہی ہے۔

ارسطو کے نزدیک خالق کائنات صورت وشکل کا خالق نہیں۔ اگر ہم ان تمام چیزوں کا خالق مانیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ شے کا وجود لاشے ہو گیا ہے۔

ابن سینا کی غلطی یہ ہے کہ وہ صورتوں کو مخلوق مانتا ہے اور ان کے مقلدین کی غلطی یہ ہے کہ وہ شے کو لاشے سے وجود مانتے ہیں۔

Marfat.com

اسی مفروضے کو تسلیم کر کے اہل مذہب نے خالق کائنات کو ایک ایسا مطلق الاختیار تسلیم کر لیا ہے جو بیک وقت متضاد اشیاء پیدا کرتا ہے یعنی نہ حرارت کی ضرورت ہے نہ پانی کی ضرورت ہے نہ کسی تخم ریزی کی ضرورت ہے بلکہ خلق ہونے کے لیے خالق عالم کی دست اندازی کی ضرورت ہے۔

اس طرح مقلدین کا خیال ہے کہ انسان جب کوئی پتھر کسی جانب پھینکتا ہے تو یہ فعل خود سرانجام نہیں دیتا بلکہ خالق کائنات اس فعل کا محرک ہوتا ہے۔ گویا اس طرح ان لوگوں نے انسانیت کی قوت عمل کی بنیاد منہدم کر دی۔ [72]

ابن رشد دوسری جگہ لکھتا ہے کہ تخلیق صرف تحریک کا نام ہے لیکن حرکت کے لیے ایک محرک کا ہونا ضروری ہے اور یہی متحرک ہے جو محض استعداد قوت پیدا کرتا ہے۔ اس کا نام مادہ اولی ہے جس پر ہر طرح کی صورتیں بنائی جا سکتی ہے۔ یہ تمام صورتیں اپنے مرتبہ ذات میں صورت و شکل میں اس بنیادی صورت جیسی ہی ہوں گی۔

اس بات کی کوئی منطقی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ یہ تو صرف استعداد و قوت کا نام ہے یہی سبب ہے کہ عالم قدیم و ازلی ہے۔ لاشے سے شے کا وجود نہیں ہو سکتا۔ [73]

ابن رشد اپنے فلسفے کو مزید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مادہ مطلق، غیر مخلوق اور ناقابل فنا ہے۔ کائنات میں پیدائش کا غیر متناہی سلسلہ جاری ہے۔ جو چیز استعداد و قوت کے درجہ میں ہوتی ہے وہ فعلیت میں ضرور آتی ہے ورنہ اس کائنات کی بعض چیزوں کو غیر فاعل ہی ماننا پڑے گا۔

حرکت کے پہلے سکون یا سکون کے پہلے حرکت نہیں ہوتی۔ بلکہ حرکت خود ازلی و دائمی ہے۔ اس کا فاعل سکون نہیں بلکہ اجزائے حرکت خود ایک دوسرے کی علت ہوتے ہیں۔

زمانہ کا وجود بھی حرکت سے قائم ہے۔ ہمارے جسم کے اندر جو طرح طرح تغیرات واقع ہوتے ہیں انہی سے ہم زمانہ کا اندازہ لگائے ہیں اور یہی تغیرات حرکت کی مختلف قسمیں ہیں۔

Marfat.com

اگر کائنات ایک بے جان چیز کی طرح ساکن ہو جائے تو ہمارے ذہن سے زمانہ یا وقت کا خیال بھی نکل جائے۔ جب ہم نیند میں ہوتے ہیں تو اس وقت زمانہ کا خیال بھی ہمارے دل سے نکل جاتا ہے۔ غرض یہ حرکت کا ہی کرشمہ ہے جو تقدم و تاخیر کے خیالات ہمارے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر حرکت کا وجود نہ ہوتا تو کائنات میں پیدائش کا یہ لگا تار سلسلہ جو جاری ہے۔ اس کا وجود بھی نہ ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں دنیا میں کوئی چیز بھی نہ ہوتی۔ [74]

ابن رشد شر اور خیر کے فلسفہ کے بارے میں بتاتے ہیں۔ خدا یا علت العلل اس معنی میں مختار و با ارادہ نہیں ہے جس سے متکلمین اسے با اختیار مانتے ہیں۔ عالم کی پیدائش اس سے فیضان وجود کے طور پر ہوئی ہے چونکہ وہ خود خیر وجود محض تھا۔ اس لیے وہ مجبور تھا کہ عالم کو وجود میں لائے۔ وہ علم رکھتا ہے لیکن محض کلیات کا جزئیات کے علم سے وہ مطلقاً بے بہرہ ہے، جزئیات کے تغیرات سے وہ محل حوادث ہو جائے گا۔ ناممکنات پر اس کو قدرت حاصل نہیں۔ اس سے صرف خیر ہی منسوب ہے شر اور فساد اس کا فعل نہیں۔ لیکن دنیا میں خیر کے ساتھ ساتھ شر کا جو وجود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وجودات میں بذات خود شر اور فساد کی قابلیت وجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں شر خیر کا ویسا ہی مقابل ہے جیسے دن رات کے مقابل ہے موجودات چونکہ دو چیزوں سے مل کر پیدا ہوتے ہیں اس لیے ان میں قدرتاً اس بات کی صلاحیت موجود رہتی ہے کہ کسی وقت معین پر ان کے اجزا پراگندہ منتشر ہو جائیں۔ یہی چیز فساد و شر کا باعث ہوتی ہے ورنہ خدا کا منشاء یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس کی پیدا کردہ مخلوق شر و فساد کا نشانہ بنی رہے۔ [75]

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ابن رشد ارسطو کی شخصیت اور اس کے فلسفہ سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ ابن رشد کو یقین تھا کہ ارسطو ایک کامل انسان تھا اور اس نے حقیقت اولی کو پا لیا تھا۔

اس لیے ابن رشد نے جو فلسفہ لکھا وہ اس نے پورے خلوص اور اپنی صلاحیتوں کو صرف کر کے لکھا۔ فلسفے کے ذریعے حقیقت اولی تک پہنچنے کی سعی اس کا منتہائے نظر تھا۔

Marfat.com

اگر چہ ابن رشد سے پہلے بہت سارے مسلمان فلسفیوں نے حقیقت تک پہنچنے کے لیے فلسفے کو ذریعہ بنایا لیکن ابن رشدہ وہ فلسفی ہے جو فلسفے کے محاذ پر شعوری طور پر تمام قسم کی دشواریوں کے باوجود ڈٹا ہوا نظر آتا ہے۔ ابن رشد کا کہنا ہے فلسفہ محض غور و فکر اور اشیاء کے مطالعہ کا نام ہے۔ مذہب اسلام کی بنیاد عظیم تر سچائیوں پر ہے۔ اس لیے ہمیں ہمارا مذہب یہ ترغیب دیتا ہے کہ ہم علم فلسفہ کو حاصل کر کے سچائیوں کی انتہا تک پہنچیں۔

قرآن ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم صداقت اور حقیقت کو تلاش کریں۔ اس کے لیے قرآن ہماری رہنمائی بھی کرتا ہے جبکہ فلسفہ بھی سچائی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اس لیے سچائی کبھی سچائی کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ بلکہ سچائی سچائی پر گواہ ہوتی ہے۔ وہ مزید کہتا ہے کہ شریعت کے حقائق کو جاننے کے لیے فلسفہ کی تعلیم ضروری ہے۔ فلسفہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو شریعت کے قوانین سے تضاد رکھتی ہو۔ شریعت کا مطالعہ تمام لوگوں کے لیے ممکن ہے اور اس کا بڑا مقصد نیک اعمال کرنا ہے۔ جبکہ فلسفہ ان لوگوں کے لیے ہے جو دلائل دے سکیں اور دلائل کو سمجھ سکیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے وہ ہی فلسفہ کا مطالعہ کریں کیونکہ یہی لوگ فلسفیانہ نظریات کو سمجھ سکتے ہیں۔

فلسفے کی موشگافیاں اور فلسفے پر اپنی رائے عام لوگوں اور علمائے دین کو نہیں بتانی چاہئیں کیونکہ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ فلسفہ کا مطالعہ بدعت ہے اور اس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔

ابن رشد شریعت اور فلسفہ کو ایک ہی درجہ میں رکھتے ہیں وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شریعت کی طرح فلسفہ بھی اس طبعی دنیا اور مابعد الطبیعیائی دنیا کی حقیقت کو جاننے کا مصدقہ طریقہ ہے۔[76]

According to Ibn Rushd, there is no conflict between religion and philosophy, rather that they are different ways of reaching the same truth. He believed in the

Marfat.com

eternity of the universe. He also held that the soul is divided into two parts, one individual and one divine, while the individual soul is not eternal, all humans at the basic level share one and the same divine soul. Ibn Rushd has two kinds of knowledge of Truth. The first being his knowledge of truth of religion being based in faith and thus could not be tested, nor did it require training to understand. The second knowledge of truth is philosophy which was reserved for an elite few who had the intellectual capacity to undertake this study.

The concept of "existence precedes essence" a key foundational concept of existentialism, can also be found in the works of ibn Rushd, as a reaction to ibn Sina's concept of "essence precedes existence". Ibn Rushd's most famous original philosophical work was the Incoherence of the Incoherence, a rebuttal to Al Ghazali The incoherence of the Philosophers. In medieval Europe, his school of phiolosophy known as Averrosim.[77]

Marfat.com

ابن رشد اور علم اصول فقہ (Law and Jurisprudence)

افریقہ میں مصر کے بعد فقہ مالکی کا دوسرا مرکز قیروان تھا لیکن قیروان سے زیادہ یہ مذہب قرطبہ میں پھیل رہا تھا۔ قرطبہ اس وقت علم وفنون اور تہذیب وتمدن کا گھوارہ تھا۔

امام مالک کے اصول کے مطابق اہل مدینہ کا اجماع یا فتویٰ بجائے خود ایک حجت شرعی ہے اس اصول کو یہاں تک وسعت دی گئی کہ بعد میں علمائے قرطبہ کے فتوؤں کو بھی فقہ مالکی میں اہل مدینہ کے فتوؤں کی طرح حجت شرعی کا رتبہ حاصل ہو گیا۔ اہل قرطبہ کے علماء کے اقوال فیصلہ کن خیال کیے جانے لگے۔

قرطبہ کے علماء کا سلسلہ روایت عبد المالک بن حبیب تک تھا جو ابن القاسم کے شاگرد تھے۔ اس بنا پر اس کو اندلس میں زیادہ قبول عام حاصل نہ تھا لیکن چونکہ دونوں کا سرچشمہ ایک ہی تھا ابن رشد کا دادا محمد ابن رشد چونکہ بیک واسطہ حافظ بن القطان مشہور محدث قرطبہ کے سلسلہ تلمذ میں داخل تھا جو مدونتہ کو تمام کتابوں پر ترجیح دیتے اور اندلس میں اسکے سب سے بڑے حافظ وناشر خیال کیے جاتے تھے۔ اس لیے اکثر فقہائے قرطبہ کی طرح محمد بن رشد نے بھی مدونتہ کی تہذیب وتدوین میں کمال قابلیت صرف کی تھی۔

محمد بن رشد اپنے عہد کا یگانہ روزگار فقیہ تھا اور سارے اندلس کا مفتی اعظم شمار کیا جاتا تھا۔ اپنے وقت کے عظیم علماء سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ فقہ میں حافظ ابو جعفر محمد بن رزق کے شاگرد تھے۔ ابن رزق اپنے دور کے مشہور حافظ، حدیث داں اور فقیہ تھے۔

Marfat.com

محمد بن رشد نے جو تصنیفات چھوڑی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آئینہ مذہب کے اقوال وروایات کی تہذیب وتدوین کا جو مشغلہ باقی رہ گیا تھا ان میں علمائے قرطبہ ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ محمد بن رشد کی دو کتابیں ''البیان والتحصیل'' اور ''کتاب المقدمات'' بہت مشہور ہیں۔

ان کے علاوہ یحییٰ بن اسحٰق مصمودی، نے فقہ مالکی میں طول وطویل فتاویٰ مرتب کیے ہیں اور طحاوی نے فقہ حنفی کی تہذیب وتدوین کی ہے۔ اس کی شرح وتہذیب بھی ابن رشد نے کی ہے۔ اس طرح وہ مجتہدین کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔

یہ بھی ایک عجیب بات ہے فقہاء اور ناقدین حدیث کی جو جماعت سرزمین اندلس میں پیدا ہوئی اس کی مثال دوسرے اسلامی ممالک میں نہیں ملتی۔ اندلس کے علماء حافظ ابن عبدالبر، خطابی، حمیدی، ابن حزم، ابن الوازی، ابن القطان حافظ ابو قاسم بشکوال شامل تھے۔ ان کو محدث کبیر کہا جاتا ہے ان کے فیصلے اور تحقیقات عالم اسلام کے لیے ایک سرمایہ ہیں۔

محمد بن رشد کے زمانہ میں قرطبہ پر واقعہ پیش آیا کہ مقتول کے بعض ورثا بالغ اور شرعاً دعویٰ وقصاص کی اہلیت رکھتے تھے اور بعض نابالغ تھے۔ یہ مسئلہ جب عدالت میں پیش ہوا تو تقریباً تمام علماء نے روایت مشہور پر اس بنا پر فتویٰ دیا کہ بعض مدعی چونکہ نابالغ ہیں اس لیے وہ اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر قاتل سے دیت نہیں لے سکتے۔ اس طرح ان کے بالغ ہونے تک قصاص میں تاخیر بے سود ہے لیکن محمد بن رشد کو اس سے اتفاق نہ تھا اس کی رائے تھی کہ امام مالک کی دوسری روایت کے مطابق قصاص کے لیے انتظار کرنا چاہیے تاکہ نابالغ بلوغت کو پہنچ جائے۔ کیونکہ شاید ان نابالغ مدعیان کی نیت قصاص لینے کی نہ ہو یہ اگرچہ شخصی رائے تھی لیکن اجتہاد پر مبنی تھی۔

محمد بن رشد کی اس رائے سے دیگر علماء بگڑ گئے۔ اس پر محمد بن رشد نے اپنی رائے ثابت کرنے کے لیے ایک رسالہ لکھا اور اس میں تمام دلائل کو جمع کر دیا۔

Marfat.com

ابن رشد جس خاندان میں پیدا ہوا وہ علمی فضیلت کے لحاظ سے بہت ہی معتبر تھا علامہ لخمی فرماتے ہیں محمد بن رشد کا رتبہ مالکی میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔

ابن رشد کی امامت اور فقیہانہ کمالات کو جانچنے کے لیے اس کی تصنیف کردہ کتابیں، اساتذہ وشیوخ حدیث کی ایک مکمل فہرست موجود ہے۔ ان میں سے ہر شخص اپنے عہد کا بہترین عالم خیال کیا جاتا تھا۔

محمد بن عتاب، قاضی مغیث اور فقیہی ابوبکر بن عربی سے انہوں نے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔

ابن رشد کے دوسرے شیخ الحدیث ابومروان بن عبد الملک بن میسرہ تھے۔ یہ اور ابن بشکوال دونوں ابن رشد کے دادا کے شاگرد تھے۔

ابن رشد کے شیوخ میں سب سے زیادہ مشہور امام ابوعبداللہ ماذری ہیں۔ وہ سسلی کے رہنے والے تھے۔ وہ طب اور حساب میں مہارت رکھتے تھے۔ تحقیق فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔[78]

فقہ واصول فقہ میں ابن رشد کی آٹھ کتابیں ہیں۔ ان کتابوں میں "بدایۃ المجتہد" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ابن رشد نے اس کتاب میں الجتہاد کی استعداد پیدا کرنے کے لیے یہ اہتمام کیا کہ ہر اصول مسئلہ کے متعلق پہلے آئمہ کے اختلافات لکھے پھر ہر ایک کی الگ الگ دلیلیں نقل کیں اور آخر میں خود محاکمہ کیا۔

ابن رشد کی وسعت نظر کا یہ حال ہے کہ معروف وغیر معروف ہر طرح کے آئمہ کے مذاہب اس کتاب میں موجود ہیں۔ اصحاب امام مالک میں ابن القاسم انتہب، ابن الماجشون، قاضی عبدالوہاب اصحاب ابی حنیفہ، اصحاب شافعی، ابن جریج شبعی، عطا بن دینار، ابوثور، امام ثوری، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، امام داؤد ظاہری، فقیہی الواللیث، ابن ابی لیلیٰ، ابن حریر طبری،

Marfat.com

غرض تابعی اور غیر تابعی ہر قسم کے آئمہ وفقہا کے اقوال قدم قدم پر ملتے ہیں۔ صرف اقوال ہی نہیں بلکہ ہر ایک کی دلیلیں بھی صاف صاف مذکور ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں صحابہ نے اختلاف کیا ہے تو اختلاف مع وجہ اختلاف مذکور ہے۔

اس معاملہ میں ابن رشد لکھتے ہیں کہ ابوثور اور طبری جمہور سے الگ ہیں کہ عورت علی الطلاق امامت کر سکتی ہے یعنی عورتوں اور مردوں دونوں کی۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں عورت ہر شے میں حاکم ہو سکتی ہے بلکہ وہ بادشاہ بھی ہو سکتی ہے

ابن رشد نے اس کتاب میں فقہ اور اصول فقہ کے متعلق جس طرح محاکمہ کیا ہے۔ اس کے بعد ذرا بھی شک نہیں رہتا کہ ابن رشد فقہ میں اپنے وقت کا مجتہد اعظم تھا۔ [79]

Law and Jurisprudene

As a Qadi (Judge), Ibn Rushd wrote the Bidayat al Mujtahid wa Nihayat al Muqtasid a Maliki legal treatise dealing with Sharia (law) and Fiqh (Jurisprudence) which, according to Al Dhahabi in the 13th century, was considered the best treatise ever written on the subject. Ibn Rushd's summary the opinions (fatwa) of previous Islamic jurists on a variety of issues has continued to influence Islamic scholars to the present day, notably Javed Ahmad Ghamidi. While Ibn Rushd himself claimed that women in Islam were equal to men in all respects and possessed equal capacities to shine in peace

Marfat.com

and in war, he summarized the opinions of previous jurists and Imams on the status of women testimony in Islam as follows .

"There is a general consensus among the jurists that in financial transactions a case stands proven by the testimony of a just man and two women on the basis of the verse: If two men cannot be found then one man and two women from among those whom you deem appropriate as witnesses. However in cases of Hudud there is a difference of opinion among our jurists. The majority say that in these affairs the testimony of women is in no way acceptable whether they testify alongside a male witness or do so alone. The Zahiris on the contrary maintain that if they are more than one and are accompanied by a male witness, then owing to the apparent meaning of the verse their testimony will be acceptable in all affairs. Imam Abu Hanifah is of the opinion that except in cases of Hudud and in financial transactions their testimony is acceptable in bodily affairs like divorce, marriage, slave emancipation and raju (restitution of conjugal rights) Imam Malik is of the

Marfat.com

view that their testimony is not acceptable in bodily affairs., There is however a difference of opinion among the companions of Imam Malik regarding bodily affaris which relate to wealth like advocacy and will-testaments which do not specifically relate to wealth. Consequently Ash-hab and ibn Majishun accept two male witnesses only in these affairs, while to Malik ibn Qasim and Ibn Wahab two female and a male witness are acceptable. As far as the matter of women as sole witnesses is concerned, the majority accept it only in bodily affairs, about which men can have no information in ordinary cicumstances like the physical handicaps of women and the crying of a baby at birth."

He also discussed Islamic economic jurisprudence, particuarly the concept of Riba (Usury). He reported that ibn Abbas, a sahaba (companion) of Muhammad, did not accept Riba al fadl (interest in excess) because, according to him , the Prophet Muhammad (PBUH) had clarified that there was no Riba except in credit. He also discussed the role of Islamic criminal jurisprudence in the Islamic dietary laws in regards to the consumption of

Marfat.com

alcohol. He stated that physical punishment for alcoholic consumption was not originally established as part of the Sharia in Muhammad's time but was later decided by the Shura (consultive council) of the Rashidun Caliphate. He wrote:

"The general opinion in this regard is based on the consultation of "Umar (rta) with the members of his Shura. The session of this Shura took place during his period when people started indulging in this habit more frequently. Ali (rta) opined that, by analogy with the punishment of Qadhf, its punishment should also be fixed at eighty strips. It is said that while presenting his arguments, he had remarked : When he (the criminal) drinks he, will get intoxiated and once he gets intoxicated, he will utter nonsense, and once he starts uttering nonsense, he will falsely accuse other people. "

In his Islamic philosophy of law, Ibn Rushd also discussed the concept of natural law. In his treatise on Justice and Jihad and his commentary on Plato Republic, he writes that the human mind can know of the unlawfulness of killing and stealing and thus of the five

Marfat.com

maqasid or higher intents of the Islamic Sharia or to protect religion, life, property, offspring and reason. The concept of natural law entered the mainstream of Western culture through his Aristotelian commentaries, influencing the subsequent Avorroist movement and the writings of Thomas Aquinas..

Marfat.com

ابن رشد کا علم ہیئت

ارسطو دنیا کا پہلا فلسفی تھا جس نے اپنے مشاہدات اور تجربات کو اپنے علم کی بنیاد بنا کر فلسفہ کو ''علم الاصنام'' سے جُدا کیا۔ اس سے قبل چاند اور ستاروں کے متعلق ایک آئیونک فلسفی نے یہ ثابت کیا تھا کہ یہ سب جاندار انسان ہیں اور ان میں غیر مرئی روحیں حلول کیے ہوئے ہیں۔

لیکن عظیم فلسفی ارسطو غیر مرئی روح کو نا قابل فہم گردانتا تھا۔ دراصل ارسطو کو روح کی اس ماہیت سے اختلاف تھا۔

اجرام فلکی کے متعلق اس کا نظریہ تھا کہ جوہر کی تین قسمیں ہیں محسوسات حادثات، محسوسات قدیمہ اور جوہر غیر متحرک۔ ان میں سے اول الذکر دو جوہر طبیعیات سے تعلق رکھتے ہیں اور تیسرا محض مابعد الطبیعیاتی حقیقت رکھتا ہے، حرکت اور زمانہ دونوں قدیم ہیں۔ سب قسم کی حرکتیں نہیں بلکہ صرف حرکت اپنی اور اس میں بھی صرف حرکتِ دوری۔ لیکن حرکت خود قائم بالذات نہیں بلکہ محسوسات قدیمہ اس کے حامل ہوتے ہیں۔ محسوسات قدیمہ اس لیے کہ حرکت قدیم ہے اور اس کا تعلق محسوسات حادثہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ محسوسات قدیمہ کئی ایک ہیں یعنی سیارگان سبعہ جو علی الدوام دوری حرکت کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ ایک پورے عالم کی حرکت ہے۔

پس چونکہ ہر متحرک کے لیے ایک محرک اور متحرک قدیم کے لیے محرک قدیم ہونا ضروری

Marfat.com

ہے نیز ایک محرک سے ایک ہی حرکت ظاہر ہو سکتی ہے لہٰذا ان تمام حرکتوں کے لیے الگ الگ بالذات غیر متحرک قدیم کا ہونا لازمی ہے اور وہی علت العلل ہے لیکن اگر ان حرکات قدیمہ کے لیے محرکات قدیمہ کا وجود نہ تسلیم کیا جائے تو یونانیوں کے قومی عقائد کے سبب یہ ماننا پڑے گا کہ عالم ظلمت و تاریکی سے وجود میں آیا ہے۔ اور لاشے سے شے کا وجود ماننا پڑے گا۔ یہ حرکات قدیمہ ظاہر ہے کہ آسمانوں اور سیاروں کی ہیں جو دوری حرکت کر رہے ہیں اور یہ صرف محض تخیل نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے کہ اس بنا پر افلاک اور اجرام علویہ اپنی حرکتوں سمیت قدیم و ازلی ہیں اور ان کے محرکات یعنی ان کے نفوس بھی قدیم ہیں۔ [80]

ارسطو کے اس بیان میں یونانی توہم پرستی کی جھلک صاف نظر آتی ہے کیونکہ سیاروں کی حرکت کو ارسطو بھی نفوس کہتا ہے۔

ابن رشد نے ارسطو کے اس نظریہ کو مزید سائنسی بنیادوں پر قائم کیا۔ ابن رشد کا کہنا ہے کہ کائنات کا باہمی ربط اور نظم دنیاوی حکومتوں کے نظام سے مشابہہ ہے۔ یعنی وہ خدا کے حکم کے تابع ہیں اور ایک مربوط سلسلہ سے ایک دوسرے سے تعلق رکھے ہوتے ہیں۔ جدید سائنس میں اس تعلق کو کشش ثقل کا نام دیا گیا ہے۔

ابن رشد مزید لکھتا ہے کہ تمام ستارے اور سیارے ہر وقت متحرک رہتے ہیں اور ان کی حرکت لامتناہی ہے۔

پانی بادلوں سے گرتا ہے، بادل لطیف بخارات سے بنتے ہیں۔ پانی سے درخت، پودے پیدا ہوتے ہیں اور ان نباتات سے انسان خوراک حاصل کر کے زندہ رہتا ہے۔ اور یہ لامتناہی سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ چلتا رہے گا۔

ابن رشد کہتا ہے کہ محسوسات سے محسوسات کی تلاش تو ہر عام سے عام شخص بھی کر لیتا ہے جبکہ حقائق کا ادارک صرف تعلیم یافتہ شخص ہی کر سکتا ہے کیونکہ جب ایک عام شخص آسمان پر ستاروں کو دیکھتا ہے تو وہ کچھ اور محسوس کرتا ہے جبکہ اجرام فلکیہ کا علم رکھنے والا شخص جب آسمان کو

Marfat.com

دیکھے گا تو اس کے محسوسات کچھ اور قسم کے ہوں گے۔اس کے لیے وہ ایک مثال پیش کرتا ہے کہ جب ہم اس کائنات کی تشریح کرتے ہیں تو عام شخص اس بات پر غور کرتا ہے کہ آسمان اور زمین کو کوئی چیز اپنی جگہ پر معلق یا قائم کیے ہوئے ہے تو وہ خیال کرے گا کہ زمین کی سطح آب پر ایک بہت بڑی گائے ہے جو اس زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے اور اس گائے میں ایک غیر مرئی روح حلول کیے ہوئے ہے جبکہ اس حادثہ کی توجیہہ ایک صاحب علم شخص ہی کر سکتا ہے کیونکہ عام شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ آسمان اور زمین دونوں ایک فطری قانون کے تحت ہیں جس کا نام قانون جذب وکشش ہے۔

یہی وجہ ہے کہ افلاک و اجرام علویہ اور کائنات ارضی کے متعلق جو خیالات ہمارے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ ان خیالات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں جو قدیم علماء ان کے متعلق رکھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ قدیم خیالات پر مافوق الفطرت اور مذاہب پرستی کے عقیدے غالب تھے۔

اس لیے آج کے حقیقی مشاہدات قانون فطرت کی ہمہ گیری کے خیال پر مبنی ہیں۔

بہت عرصہ پہلے بطلیموس کے نظام ہیئت کو ہی ایک مکمل علم فلکیات سمجھا جاتا تھا جبکہ اس میں بہت زیادہ اصلاح کی ضرورت تھی۔

ابن رشد نے نظام بطلیموس پر کوئی تنقید نہیں کی بلکہ اس میں اصلاح کی۔

اس سے قبل مجسطی نامی کتاب کو ہی حرف آخر سمجھا جاتا تھا لیکن ابن رشد نے اپنی تحقیقات کے حوالے سے علم ہیئت میں حقیقی نظریات کا اضافہ کیا۔ [81]

Astronomy

In astronomy, Ibn Rushd rejected the eccentric deferents introudced by Ptolemy. He rejected the ptolemaic model

Marfat.com

and instead argued for a strictly concentric model of the universe. He wrote the following criticism on the Ptolemaic model of planetary motion.

"To assert the existence of an eccentric sphere or an epicyclic sphere is contrary to nature. The astronomy of our time offers no truth, but only agrees with the calculations and not with what exists."

Ibn Rushd also argued that the Moon is opaque and obscure, and has some parts which are thiker than others, with the thicker parts receiving more light from the Sun than the thinner parts of the Moon. He also gave one of the first descriptions on sunspots.[82]

ابن رشد نے اجرام فلکی کی تقسیم کچھ یوں کی ہے۔

1- ایسے اجرام جو آنکھ سے نظر آتے ہیں۔

2- ایسے اجرام سماوی جو آلات رصد کی مدد سے نظر آتے ہیں۔

3- ایسے اجرام فلکی جن کا موجود ہونا ہم عقل سے ثابت کرتے ہیں۔

ابن رشد کی علم ہیئت پر یہ شاندار کتابیں ہیں۔

1- تلخیص المجسطی Summary of Almajest

2- مقالہ فی حرکۃ الفلک Motion of Sphere

3- یحتاج الیہ من کتاب اقلیدس فی المجسطی

4- مقالہ فی تدویر ہیئۃ الافلاک والثوابت

Marfat.com

طبعیات(Physics)

ابن رشد نے ارسطو کی کتاب طبعیات(Physics) پر زبردست شرحیں لکھیں۔

ابن رشد نے ابن باجہ کے نظریہ حرکت کو بنیاد بنایا۔اس طرح ایک نیا نظریہ قائم کیا کہ وقت اور حرکت کا آپس میں ایک خاص تعلق ہے کیونکہ ہم حرکت کا تصور وقت کے بغیر نہیں کر سکتے۔

اگر ہمارے حواس حرکت کا ادراک کریں گے تو وقت کا ادراک خود بخود ہو جائے گا۔ کیونکہ وقت کا ادراک حرکت کی رفتار کی نسبت کیا جا سکتا ہے اور اس کے اجزاء قبل V.I اور بعد میں V.F یعنی ابتدائی ولاسٹی اور آخری ولاسٹی کے درمیان جو کچھ ہے وہی وقت ہے۔
کسی حد تک یہی نظریہ نیوٹن نے اپنے قوانین حرکت میں اپنایا اور پیسا کے مینار سے تجربات کرتے ہوئے اسی نظریہ کو بنیاد بنا کر گلیلیو نے اپنا نظریہ قائم کیا۔جبکہ دور جدید کا عظیم سائنسدان آئن سٹائن بھی اپنی تھیوری کی بنیاد اسی نظریے پر قائم کرتا ہے۔[83]

Physics

In Averroes' commentary on Aristotle's Physisc, he commented on the theory of motion proposed by Ibn Bajjah (Avempace) in Text 71, and also made his contributions to physics, particularly machanics.

Marfat.com

Averroes was the first to define and measure force as "The rate at which work is done in changing the kinetic condition of a material body, and the first to correctly agrue "that the effect and measure of force is change in the kinetic condition of a materially resistant mass." It seems he was also the first to introduce the notion that bodies have a (non gravitational) inherent resistance to motion into physics, subsequently first dubbed 'inertia' by kepler. But he only attributed it to the superlunary celestial spheres and in order to explain why they do not move with infinite speed as was predicted by the application of Aristotle's general law of motion V a F/R to celestial motion, given the assumption that the spheres have movers and thus F > 0 but no resistance to their motion, whereby R = o.

John Philoponus had earlier rejected Aristotle's theory of motion because of this celestial empirical refutation in favour of his alternative theory v a F - R that avoided it because V is finit even when R = o and when F > o and is finite. But contra Philoponus, Averroes restored it by positing inertia instead whereby R > o even in the

Marfat.com

absence of any external résistance to motion and of any inherent gravitational resistance, as in the quintessential heavens in Aristotelian cosmology. But Averroes denied sublunar bodies have inertia, and it was his follower Thomas Aquinas who extended this inherent force to terrestrial bodies as well, thus also rejecting Aristotle's prediction that the speed of gravitational fall of all bodies in a vaccum would be infinite because there would be no resistance to motion in the absence of an external resistant medium (i.e. R = O). For Aristotle had assumed the only inherent resistance to motion in bodies is that of gravity, without which bodies would not inherently resist any motion, and which does not resist gravitational (i.e. 'natural') motion where it acts as the motor rather than as a brake as it does in violent motion. The Averroes-Aquinas notion of inertia was eventually adopted by Kepler, but not by scholastic Aristotelian Jewish Talmudists and the Christian cleargy, Averroer' writings were taught at the university of Paris and other medieval universities, and Averroism remained the dominant school of thought in Europe through to the 16 th century.

Marfat.com

Averroes; argument in The Decisive Treatise provided a justification for the emancipation of sceience and philosophy from official Ash'ari theology, thus some writers regard Averroism as a precursor to modern secularism, and describe Averroes as the founding father of secular thought in Western Europe.

George Sarton, the father of the history of science, writes:

"Averroes was great because of the tremendous stir he made in the minds of men for centuries. A history of Averroism would include up to the end of the sixteenth centruy, a period of four centuries which would perphas deserve as much as any other to be called the Middle Ages, for it was the real transition between ancient and modern methods.

Averroes' work on Aritotle spans almost three decades, and he wrote commentaries on almost all of Aristotle's work except for Aristotle's Politics, to which he did not have access. Averroes greatly influenced philosophy in the Islamic world. His death coincides with a change in the culture of Al-Andalus. In his work Fasl Al Maqal

Marfat.com

(translated a.o as The Decisive Treatise), he stresses the importance of analytical thinking as a prerequisite to interpret the Quran; this is in contrast to orthodox Ash'ari theology, where the emphasis is less on analytical thinking but on extensive knowledge of sources other than the Qur'an i.e. the hadith.

Hebrew translations of his work also had a lasting impact on Jewish philosophy in particular Gersonides, who wrote super commentaries on many of the works. In the Christian world, his ideas were assimilated by Siger of Brabant and Thomas Aquinas and other (especially in the University of Paris) within the Christian scholastic tradition which valued Aristotelian logic. Famous scholastics such as Aquinas believed him to be so important they did not refer to him by name, simply calling him. "The commentator" and calling Aristotle The Philosopher." Averroes's treatise on Plato's Republic has played a major role in both the transmission and the adaptation of the Platonic tradition in the West. It has been a primary source in medieval political philosophy. On the other hand he was feared by many Christian

Marfat.com

theologians, who accused him of advocating a "double truth" and denying orthodox doctrines such as individual immortality, and an underground mythogloy grew up stigmatising him as the ultimate unbeliver; these accusations were largely based on misunderstandings of his work.

A later importation of Averroism into Europe is associated with the University of Padua in the early Renaissance, important names being Zabareela, Cremonini and Niphus.

Marfat.com

ابن رشد کا نظریہ سیاست(Politics)

ابن رشد نے جب ارسطو کی کتاب ''اخلاقیات'' پرشرحیں لکھیں تو اس نے اس شرح میں جبر وقدر کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علم اخلاقیات اور علم سیاسیات کو بھی اپنا موضوع بنایا۔

اگرچہ مسلمان مفکرین نے اس وقت تک سیاسیات کے حوالے سے کچھ زیادہ نہیں لکھا تھا۔ اس طرح ابن رشد وہ پہلا مفکر ہے جس نے سیاسیات کے حوالے سے بتایا کہ اسلامی حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لیے کن اصول وضوابط کی ضرورت ہے۔

اس طرح اس نے سیاسیات کا تعلق مذہب کی بنیاد پر قائم کیا ہے اور خالص فلسفیانہ اصولوں کے تحت اس پر بحث کی۔

ابن رشد نے افلاطون کی کتاب'' اخلاقیات اور سیاسیات'' پر بھی شرحیں لکھیں اور اس طرح سیاست کے حوالے سے اپنے نظریات افلاطون سے لیے اور اسے اسلامی رنگ میں پیش کیا۔

کچھ ناقدین کا کہنا ہے کہ ابن رشد نے سیاست اور اخلاقیات کے حوالے سے وہی کچھ لکھا جو افلاطون نے اپنی کتاب'' جمہوریہ'' میں لکھا

اس طرح وہ افلاطون کے نظریے کی تائید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ابن رشد کا کہنا ہے کہ حکومت تجربہ کار، تعلیم یافتہ اور معمر لوگوں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔

دوسرے درجے میں ریاست کے شہریوں کے لیے اخلاقی تربیت کے علاوہ خطابت.

Marfat.com

شاعری، مناظرہ اور منطق کی تعلیم ہونا ضروری ہے یہاں ابن رشد بالکل افلاطون کے خیال سے متفق نظر آتا ہے کہ آزاد جمہوری ریاست میں شعراء اور قاضیوں کی جماعت کا وجود ہونا ہی نہیں چاہیے۔

اسی طرح وہ دوسری جگہ لکھتا ہے کہ فوج کا کام صرف یہ ہونا چاہیے کہ وہ ملک کی حفاظت کرے اور اسے دوسرے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔

اس کے بعد مرد اور عورت کو جسمانی اور ذہنی لحاظ سے برابر سمجھتا ہے اس کا کہنا ہے کہ جنگی فنون اور دیگر علوم میں جس طرح مرد مہارت پیدا کرتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی یہ تمام مہارتیں حاصل کر سکتی ہیں۔ عورتیں چونکہ کسی ملک کی آبادی کا آدھا حصہ ہوتی ہیں اس لیے انہیں مردوں کی طرح علوم وفنون حاصل کر کے مردوں کے دوش بدوش ملک کی خدمت کرنی چاہیے تا کہ ریاست مالی استحکام حاصل کر سکے۔

عورتوں کو خاص کر موسیقی کی ترتیب تشکیل دینی چاہیے کیونکہ عورتیں ہر کام زیادہ احسن طریقے سے کر سکتی ہیں۔

ابن رشد کچھ افریقی حکومتوں کی مثالیں دیتا ہے کہ ان حکومتوں میں اور میدان جنگ میں عورتوں نے شاندار کارنامے سرانجام دیئے بلکہ بعض حکومتوں کی باگ دوڑ تو عورتوں کے کے ہاتھ میں رہی اور ان کے نظام حکومت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔

جن معاشروں میں عورتوں کو اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقعہ نہیں ملتا وہاں عورتوں کی صلاحیتیں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں اور عورتیں صرف نسل کی افزائش کے لیے رہ جاتی ہیں۔ اس طرح وہ بچوں کی تربیت میں مشغول ہو کر قدرتی طور پر اپنی مخفی قابلیت تباہ کر لیتی ہیں اور اس طرح ان کی زندگی نباتات کی طرح گذرتی ہے اور ایسے ممالک میں غربت وافلاس مسلسل بڑھتی رہتی ہے۔

اہل سیاست کو چاہیے کہ ریاست کے افراد کے مفاد کو مدنظر رکھ کر حکومت کی جائے۔

Marfat.com

کچھ ریاستوں میں علما اور فقہاء کا گروہ جمہور کی رائے کی آزادی سلب کر لیتا ہے۔
ابن رشد کا کہنا ہے کہ افلاطون نے جس قسم کی جمہوریت کا خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر ایک حد تک خلافت راشدہ کے دور میں پوری ہوئی لیکن اموی حکومت کا دور شروع ہوتے ہی انہوں نے خلافت کا نظام بدل کر موروثی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح مسلمانوں کی دماغی اور انتظامی صلاحیتیں فناہ ہو گئیں۔
ونینی پہلا شخص ہے جس نے ابن رشد کے سیاسی نظریہ کو زبردست تنقید کا نشانہ بنایا۔[84]

As Ibn Rushd did not have access to any text of Aristotle's Politics. As a subsitute for this, he commented on Plato's the Republic, arguing that the ideal state there described was the same as the original constution of the Arabs Caliphate, as well as the Almohad state of ibn Tumart.

Ibn Rushd also claimed that women were equal to men in all respects and possessed equal capcities to shine in peace and in war, citing examples of female warroirs among the Arabs, Greek and Africans to support his case in Muslim history, examples of notable female Muslims who fought as soldiers or generals included Nusaybah Bint K'ab Al Mazinyyah, Aisha, Kahala and Waferiva, and Um Umarah.[85]

Marfat.com

ابن رشد کا نظریہ دگنی صداقت (Double Truth)

ابن رشد نے اپنے فلسفے کے حوالے سے دگنی صداقت کا نظریہ پیش کیا۔اس کا یہ نظریہ دراصل فلسفے اور عیسائی مذہبی تعلیمات کے درمیان مصالحت پیدا کرنے کی کوشش تھی۔

اس کا کہنا ہے کہ ایک صداقت تو ہمیں عقائد کے حوالے سے مذہب نے دی ہے اور جب ہم فلسفے کے ذریعے ان صداقتوں تک پہنچتے ہیں تو پھر یہ صداقتیں دگنی ہو جاتی ہیں۔

ابن رشد نے فلسفے کے ذریعے سچائی تک پہنچنے کو انتہا کی کوشش کا نام دیا ہے۔اگرچہ ابن رشد کی فکر کے حوالے سے کئی دانشوروں نے مذہب اور فلسفے کے درمیان کشمکش کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ابن رشد کا نظریہ صداقت زیادہ جامع ہے۔

ابن رشد کا ایک مقلد تھامس ایکونس ہے وہ اس حوالے سے زیادہ معروف ہے کہ وہ ابن رشد کے فلسفہ دگنی صداقت کا شارح ہے۔

ابن رشد کا کہنا ہے کہ کچھ معلومات ہمیں قدرتی یا فطری لحاظ سے ملتی ہیں لیکن ان صداقتوں کے نتائج نامکمل ہوتے ہیں اس لیے جب ہم فلسفے سے ان سچائیوں کو دریافت کرتے ہیں تو پھر صداقت دگنا ہو جاتی ہے۔

سنگر آف برابانٹ (Singer of Brabant) بھی ابن رشد کے حوالے سے دعویٰ کرتا ہے کہ دگنی صداقت کو دریافت کیا جا سکتا ہے کیونکہ جب ہم کسی نامکمل سچائی کو مکمل تسلیم کر لیتے ہیں

Marfat.com

تو اس طرح مذہب اور فلسفہ صداقت کو دگنا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

فلسفے کی فطرت ہی ایسی ہے کہ اس میں شک کا شائبہ تک نہیں رہتا جبکہ مسیحی مذہب میں کئی طرح کی بدعتیں ہیں اور ان بدعتوں نے عقائد میں کافی تبدیلی کر دی ہے اس لیے فلسفے کے ذریعے سچائی تک پہنچ کر دگنی صداقت حاصل کی جا سکتی ہے۔[86]

Marfat.com

مذہبی طبقہ کی مخالفت کا دور

فلسفہ کی اشاعت کی نئی تحریک جو تیرہویں صدی میں شروع ہوئی تھی چرچ اس کا ابتدا سے مخالف تھا۔ 1209ء میں جبکہ ابن رشد کی کتابوں کا یورپ میں کوئی نام بھی نہ جانتا تھا۔ پادریوں کی ایک مجلس پیرس میں منعقد ہوئی جس نے یہ اعلان کیا کہ ارسطو کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے چنانچہ اموری اور داؤد ڈینینٹو کی کتابیں اس مجلس کے حکم سے جلا دی گئیں لیکن جب اس ممانعت کا کوئی اثر نہ ہوا تو 1215ء میں ایک اور مجلس منعقد کی گئی جس نے ارسطو اور ابن سینا کی کتابوں کے متعلق دوبارہ حرمت کا فتویٰ شائع کیا۔ 1231ء میں پوپ گریگوری نہم نے حکم دیا کہ عربی فلسفہ پڑھنا پڑھانا بالکل بند کر دیا جائے۔

اس وقت تک ابن رشد کے فلسفہ کا کوئی سوال نہ تھا۔ عربی فلسفہ کی تحریک ہی مخالفت کا باعث تھی۔ ولیم آور گنے پہلا شخص ہے جو ابن رشد کی تردید پر آمادہ ہوا۔ گو اس زمانہ میں ابن رشد اور ابن سینا وغیرہ کی تصنیفات رائج ہو چکی تھیں تاہم اس وقت تک یورپ کے لوگوں میں عرب کے فلسفہ کے متعلق چند غلط فہمیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ تاریخ کی ناواقفیت کی وجہ سے لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سکندر فردوسی اور ابن رشد میں سے کون پہلے گذرا ہے۔ گو ابن رشد کی وفات کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا تاہم لوگ یونانیوں کی طرح ابن رشد کو بھی فلاسفۂ متقدمین میں شمار کرتے تھے۔ ولیم آور گنے۔ ابن سینا پر ملحدانہ الزام قائم کرتا ہے لیکن ابن رشد کو وہ شریف مزاج فلسفی سمجھتا ہے۔

Marfat.com

اس زمانہ میں صحیح تاریخ کی ناواقفیت کی وجہ سے عموماً اقتباسات غلط ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ولیم آور گنے اپنی کتابوں میں ابومعشر کی ارسطو کی کسی کتاب کی شرح اور ابن الطفیل کی کتاب الطبیعیات سے اقتباسات نقل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کو معلوم نہ تھا کہ ابومعشر نے ارسطو کی کتابوں کی کوئی شرح نہیں لکھی اور ابن الطفیل الطبیعیات کے کسی رسالے کا مصنف نہیں ہے۔

ولیم آور گنے نے ابن رشد کے بہت سارے خیالات کی تردید کی ہے مگر ان موقعوں پر وہ ابن رشد کا نام تک نہیں لیتا بلکہ ابن سینا اور ارسطو وغیرہ کے ناموں سے ان کی تردید کرتا ہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ کہ علت العلل سے پہلے عقل اول کا صدور ہوا۔ اس نے امام غزالی کی جانب منسوب کر کے اس کی تردید کی ہے۔

اسی طرح قدامت عالم کے مسئلہ کو اس نے محض ابن سینا اور ارسطو سے منسوب کیا ہے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وحدت عقل کا مسئلہ جو خاص ابن رشد کی ایجاد ہے اس کو بھی کہیں وہ ارسطو کی جانب منسوب کرتا ہے تو کہیں فارابی اور کندی کی جانب اور کہیں ابن سینا کا نام اس نے لے لیا ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ ارسطو نے یہ مسلک اس لیے ایجاد کیا تھا کہ افلاطون کا عالم مثال والا نظریہ باطل ہو جائے۔

مذہبی طبقہ میں ڈومینکن فرقہ ابن رشد کے فلسفہ کا سب سے پہلے زیادہ مخالف تھا۔ اس فرقہ کی بنیاد سینٹ ڈومینیک نے رکھی تھی۔ اس کی پیدائش 1170ء اور 1221ء میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کی طرف عجیب وغریب کرامات منسوب ہیں۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مردوں کو جلا دیتا تھا اس کے پیروکار پکے عیسائی اور نہایت متعصب تھے۔

فرانسیسکن فرقہ عربی فلسفہ کی حمایت کرتا تھا اس کے مقابلے میں ڈومینکن فرقہ کی جانب سے اس کی مخالفت ہوتی تھی۔ یہ دونوں فرقے اس زمانے میں حریف اور مدمقابل تھے چنانچہ راجر بیکن اور ڈنس اسکوٹس کے مقابلے میں ڈومینکن فرقہ میں سے جس نے سب سے پہلے ابن

Marfat.com

رشد کے فلسفہ کی مخالفت کا علم بلند کیا وہ البرٹس میگنین تھا۔

البرٹس میگنین 1193ء میں پیدا ہوا 1221ء یعنی سینٹ ڈومینیک بانی فرقہ کے سالِ وفات میں اسکے حلقہ عقیدت منداں شامل ہوا۔ اسی زمانہ میں اس نے معلّمی کا پیشہ بھی اختیار کیا. مگر آخر کار درس و تدریس کا مشغلہ ترک کر کے ایک خانقاہ میں گوشہ نشین ہو گیا۔

فلسفہ عرب کے رد میں البرٹس نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ابن سینا کا بہت مداح تھا اسی بنا پر ابن رشد کی تردید کرتا تھا کہ اس نے ابن سینا کی مخالفت کی ہے۔

حدت عقل کے مسئلہ کی تردید پر اس نے ایک خاص کتاب لکھی ہے جس کے متعلق اس کا خود بیان ہے کہ 1255ء میں پوپ الیگزینڈر چہارم نے یہ کتاب مجھ سے لکھوائی۔ اس مسئلہ کی تائید میں اس نے تیس دلیلیں دی ہیں پھر اس کے بعد چھتیس دلیلوں سے اس کی تردید کی ہے۔ اس صورت سے نتیجہ واضح ہے کہ تردید کے دلائل تائید کے دلائل سے زیادہ ہیں۔

البرٹس کے بعد سینٹ ٹامس اکویناس اپنے استاد کی مسند درس پر بیٹھا۔ یہ اٹلی کے قدیم مشہور خاندان میں 1224ء میں پیدا ہوا۔ اس کی ابتدائی تعلیم کیسنیو اور نیپلز میں ہوئی۔ مگر آخر میں وہ بولونگ میں البرٹس کے شاگردوں میں شامل ہو گیا۔

1256ء میں سینٹ ٹامس اکویناس پیرس یونیورسٹی میں دینیات فلسفہ اور منطق کا پروفیسر تھا۔ 1272ء میں جب پاپ گریگوری دہم نے ایک مذہبی مجلس اس غرض سے منعقد کی کہ لاطینی اور یونانی چرچ میں اتحاد پیدا کیا جائے تو اس مجلس کے سامنے سینٹ ٹامس نے ایک کتاب پیش کی جس میں یونانی چرچ کی غلطیاں دکھائی گئی تھیں۔ یورپ میں اس کتاب کی بہت دھوم ہوئی اور سینٹ ٹامس چرچ کا حامی تسلیم کر لیا گیا اس کے دو برس بعد 1274ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ٹامس کا استاد البرٹس ابن سینا کی نقل اتارتا تھا اور یہ ابن کی رشد کی۔ چنانچہ ابن رشد کی نقل میں ارسطو کی کتابوں کی چھوٹی بڑی اور متوسط شرحیں اس نے بھی لکھی تھیں۔ اس نے عربی فلسفہ کے حسب ذیل معرکۃ الآرا مسائل کی سختی سے تردید کی ہے۔

Marfat.com

مادہ کی حقیقت سے ناواقفیت کے باوجود اس کی ازلیت کے رد کا دعویٰ۔ عقول عشرہ کے باہمی تاثر اور ان سے عالم کی پیدائش کے مسئلہ کا رد۔ اس مسئلہ کا رد کہ عقل اول باری تعالیٰ اور عالم کے مابین واسطہ ہے نیز یہ کہ واحدِ منفرد ہے۔

تدبیر الٰہی کا انکار جو عوام کے ذہنوں میں اس کا رد۔ اس مسئلہ کا رد کہ لاشے سے شے کا وجود نہیں ہو سکتا۔

آخر الذکر مسئلہ کے رد میں کہتا ہے کہ ابن رشد اور ارسطو کی غلطی یہ ہے کہ وہ عالم کی پیدائش کو حرکت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ عالم ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ موجودہ حالت میں چونکہ یہی نظر آتا ہے کہ کوئی نئی چیز پیدا نہیں ہوتی بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہے اس لیے اس حالت پر ان لوگوں نے عالم کی پیدائش کا بھی قیاس کر لیا حالانکہ اس وقت کی حالت اس وقت کی حالت سے بالکل مختلف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عالم کی پیدائش حرکت یا انتقالِ صورت کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی پیدائش باری تعالیٰ کے فیضان رحمت سے ہوئی ہے۔ جو مادہ اور زمانہ دونوں سے مستغنی ہے غرض ارسطو کی غلطی تو صرف اس قدر تھی کہ اس مسئلہ کی بنا پر اس نے سرے سے خلق عالم ہی کا انکار کر دیا۔

سب سے زیادہ جس مسئلہ میں ابن رشد کا حریفانہ مقابلہ اس نے کیا ہے وہ وحدتِ عقل کا مسئلہ ہے جو خاص ابن رشد کی ایجاد تھا۔ یہاں تک کہ ایک خاص کتاب اس نے اس مسئلہ کی تردید میں لکھی۔

اس کتاب میں اس نے ابن رشد کے علاوہ یورپ کے بعض فلسفیوں کی تردید بھی کی ہے اور ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ خواہ مخواہ ہر ایک مسئلہ میں ملحدوں یعنی ابن رشد کی پیروی کرنے لگتے ہیں ان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ابن رشد نے تو ارسطو کے مشائی فلسفہ کو بھی غارت کر دیا

Marfat.com

ہے۔

اس سلسلہ میں وہ تمام یونانی فلسفیوں کے نام بڑے جوش وخروش کے ساتھ گن کر کہتا ہے کہ ارسطو، اسکندر فردوسی، ابن سینا، فراطیس، ثامسطیوس، فورفوریوس میں سے کوئی بھی تو اتنا احمق نہیں ہے کہ ابن رشد کی طرح تمام انسانوں میں ایک عقل کا وجود تسلیم کرتا ہو۔

پھر وہ کہتا ہے کہ اگر تمام انسانوں میں ایک ہی عقل پائی جائے گی تو نیک اور بد کا فرق کیسے نمایاں ہوگا اور خدا کے بھلے اور برے بندوں میں کس طرح تمیز کی جائے گی۔

عقل فاعل کے ساتھ عقل منفعل کے اتصال کے مسئلہ کی تردید میں بھی اس نے اس قسم کے جوش کا اظہار کیا ہے۔ ابن رشد کی جانب سے اس مسئلہ کی تشریح وہ یوں کرتا ہے کہ موت کے بعد جب عقل فعال سے انسان کا اتصال ہو جاتا ہے تو اس وقت اتصال کی بدولت اس میں عقل مفارقہ کے ادراک کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی جس طرح زندگی میں ہم عقل بالقوۃ کی مدد سے مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اسی طرح مرنے کے بعد ہم عقل فعال کی مدد سے نفوس مفارقہ کا ادراک کر سکیں گے۔

لیکن عقل فعال سے اتصال حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم معقولات کے صحیح کشف اور ادراک کی قوت اپنے آپ میں پیدا کریں۔

بات یہ ہے کہ ہمارا نفس ایک جوہر مجرد ہے جو کسی چیز کا ادراک اس وقت تک نہیں کرتا جب تک اس کی ماہیت بدل کر اپنے ایسی نہیں بنالیتا ہے۔ گویا ادراک کے معنی یہ ہیں کہ عاقل و معقول ایک ہو گئے۔

اس بنا پر معقولات کے ادراک کی عادت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود ہمارا نفس ان معقولات سے متحد ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس اس عادت کی جتنی زیادہ ترقی ہوگی اسی قدر ہمارا نفس بھی عقل فعال سے قرب ہوتا جائے گا یہاں تک کہ آخر میں دونوں ایک ہو جائیں گے اور چونکہ عقل فعال میں مادی اور غیر مادی ہر طرح کی اشیا منکشف ہوتی ہیں لہٰذا اس اتصال کی بدولت مادی

Marfat.com

اور غیر مادی اشیاء اور معقول مفارقہ سب کا انکشاف خود بخود ہمیں ہونے لگے گا۔

سینٹ ٹامس نے اس مسئلہ کو خود مشائی فلسفہ کے اصول سے باطل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ فلسفہ میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انسان کو ہر چیز کا ادراک اس کی مثال کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن معقولات اور عقول مفارقہ اس مثال سے بری ہیں کیونکہ وہ وجود خارجی اور وجود ذہنی میں کہیں بھی مادیت کے جامہ میں نمودار نہیں ہوسکتیں اور مثال صرف اسی چیز کے ذہن میں آسکتی ہے جس میں کم از کم مادیت کا شائبہ پایا جاتا ہو اس بنا پر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان براہ راست معقولات کا ادراک کر سکے۔

غرض سینٹ ٹامس کی کوشش یہ تھی کہ خود ارسطو ہی کے اصول سے ابن رشد کا فلسفہ باطل کر دیا جائے۔ اس نے اپنا یہ خیال متعدد مقات پر ظاہر کیا ہے کہ ارسطو اگر ایک غلطی کرتا ہے تو اہل عرب اس پر پانچ دس غلطیوں کا اور اضافہ کر دیتے ہیں یعنی ارسطو کا فلسفہ بذات خود اتنا غلط نہیں ہے جتنی اہل عرب کی ایجادیں غلط ہیں۔

سینٹ ٹامس نے مسیحیت کی حمایت اور فلسفہ کی تردید کی جو کوششیں کی تھیں ان کی بنا پر اس کے مرنے کے بعد مسیحی دنیا میں اسکولا زوال شہرت حاصل ہوئی چنانچہ ڈومینکن فرقوں کے پادری تبرک حاصل کرنے کی غرض سے اس کی لاش ٹولوز اٹھا کر لے گئے۔

پوپ پالیس پنجم نے اس کو ''امام خامس'' کا خطاب عطا کیا۔ علمی دنیا میں وہ رئیس العلماء کے لقب سے اب تک یاد کیا جاتا ہے۔ مشہور ہو گیا کہ اس کی قبر موعد برکات الٰہی ہے۔

ٹامس اکویناس کی موت پر ریمونڈ ٹارٹینی نے فلسفہ عرب کی مخالفت میں کتابیں لکھیں۔ اس نے ابن رشد کی مخالفت و تردید میں امام غزالی سے مدد لی ہے۔

وہ کہا کرتا تھا کہ فلسفہ کی تردید فلسفی کے منہ سے اچھی معلوم ہوتی ہے وحدت عقل کا ریمونڈ سخت مخالف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہر مسئلہ ابن رشد نے افلاطون سے اخذ کیا ہے۔

ریمونڈ ٹارٹینی کے بعد جیل دی لیسین، برنارڈ ٹریلیا، ہارونڈ بلیک بہت مشہور ہوئے۔

Marfat.com

ان میں سے ہر ایک نے نہایت جوش وخروش کے ساتھ ابن رشد کی تردید میں حصہ لیا۔

اٹلی کا مشہور شاعر دانتے بھی فلسفیانہ حیثیت سے فلسفہ عرب خاص طور پر ابن رشد کے مخالفوں میں تھا۔ اس نے سیگر کے حلقہ درس میں ابن رشد کے فلسفہ کی تعلیم پائی تھی۔ اسی وجہ سے باوجود مخالفت کے وہ ابن رشد کا احترام کرتا تھا۔

چنانچہ اپنی مشہور کتاب ''جہنم'' میں اس نے ابن رشد کو ملحدوں اور بے ایمانوں کے زمرہ میں شامل کرنے سے پرہیز کیا ہے۔

ابن رشد کے مخالفوں میں سینٹ ٹامس کے بعد جیل دی روم کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اس کو عرب کے تمام فلسفیوں میں ابن رشد سے زیادہ عداوت تھی چنانچہ اپنے ہم عصروں کے خلاف وہ اس کو ملحد اور بے دین سمجھتا تھا۔

لیکن ان تمام مخالفین میں سے جو سب سے آگے تھا وہ ریمونڈ للی تھا۔ یہ 1224ء میں پیدا ہوا ایک عرصہ تک عیاشی میں مشغول رہا۔ لیکن ایک اتفاقی حادثہ کے باعث اس کو تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔

اس کو ہمیشہ اسلام کے اثر وقوت کو مٹانے کی زیادہ فکر رہتی تھی۔ اس سلسلہ میں وہ ابن رشد کے فلسفہ کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔

اس کے ذہن میں صرف اسلام یا ابن رشد کے فلسفہ کی قلمی تردید نہ تھی بلکہ وہ یورپ کے سارے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ لڑنے پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس غرض سے وہ 1287ء میں پوپ ہونوریس چہارم کے دربار میں حاضر ہوا اور یہ غرض داشت پیش کی کہ مسلمانوں کو برباد کرنے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کیا جائے اور عربی زبان کی تعلیم کے لیے یونیورسٹیاں قائم کی جائیں۔

جب اس دربار میں کچھ شنوائی حاصل نہ ہوئی تو 1310ء سے 1312ء تک وہ پیرس، جینوا، پیسا اور نیپلز کا دورہ اس غرض سے کرتا رہا کہ یہاں کے لوگوں کو اپنی تجویز میں مدد دینے پر آمادہ

Marfat.com

کرے۔

مگر ہر جگہ اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالاخر مایوس ہو کر وہ 1311ء میں ویانا کی بڑی مجلس میں شریک ہوا اور پوپ کلیمنٹ پنجم کی خدمت میں یہ تحریک پیش کی۔

اتفاق سے اسے یہاں بھی سخت خفت و ہزیمت اٹھانا پڑی۔ وہ وہاں سے ناکام لوٹنے کے بعد تھک کر گھر میں بیٹھ گیا۔ اس واقعہ کے تین چار سال بعد 1315ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

یورپ اس وقت تک ظاہر پرست تھا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ خیال لوگوں کے اذہان میں اس وقت تک راسخ نہ ہوتا جب تک وہ تصویر کی صورت میں سامنے نہ آ جاتا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مذہبی عقائد تصویروں کے البم میں چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ فلسفہ دیواروں کی زینت بن گیا اور جذبات لطیفہ تو خیر ہمیشہ سے تصویروں میں بند ہونے کے قابل سمجھے جاتے رہے ہیں۔

قاعدہ ہے کہ جب انسان پر مذہب کا غلبہ ہوتا ہے تو ہر وقت مذہبی خیالات اس کے دماغ میں سمائے رہتے ہیں۔ ثواب کی امید، سزا کا خوف، عذاب قبر کا ہولناک تخیل، قیامت کا ہوشربا سانحہ غرض اسی طرح کی صدائیں ہر وقت اس کے کانوں میں پڑتی رہتی ہیں۔

قرون وسطیٰ میں یہ چرچا اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اٹلی کے مصور بہشت و دوزخ اور قیامت کے جو ہوشربا واقعات کی رنگ برنگ تصویریں بنانے کے عادی ہو گئے تھے۔

یہ تصویریں مختلف طرح کی ہوتی تھیں۔ کئی ایک تصاویر میں یہ دکھایا جاتا تھا کہ گناہ گار آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور کہیں یہ دکھایا جا رہا تھا کہ نیک لوگ بہشت کی مسرتوں سے لطف اٹھا رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ ایک نیا طریقہ نکلا تھا کہ ملحدوں اور بے دینوں کی بھی تصویریں بنائی جاتی تھیں چنانچہ اس دور میں مختلف طریقوں سے ابن رشد کی اتنی تصویریں بنائی گئیں کہ بے چارہ

Marfat.com

تمام یورپ میں بے دین مشہور ہو گیا۔

چودہویں صدی کے ایک مشہور مصور نے 1340ء میں ایک عمدہ مرقع تیار کیا جو سینٹ کیتھرائن کے گرجا میں بمقام پیسا نصب کیا گیا۔ اس مرقع کی صورت یہ تھی کہ سب سے اوپر ذات الٰہی جلوہ گر ہے۔ جس کے اردگرد ملائکہ صف بستہ ہیں۔ ذات الٰہی کے نور کی شعاعیں منتشر ہوتی ہیں۔ نیچے بادل کی سطح پر حضرت موسیٰ پولوس اور اناجیل اربعہ ہیں اور نور کی شعاعیں ان کے اوپر آ کے پڑتی ہیں۔ ذرا نیچے دونوں جانب ارسطو اور افلاطون کھڑے ہیں۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں دو کتابیں ہیں جن سے نور کا ایک سلسلہ بلند ہوتا ٹامس کے سر تک پہنچتا ہے اور نور الٰہی میں گم ہو جاتا ہے۔

ٹامس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں کتاب مقدس کھلی ہوئی ہے جس کے سرورق پر لکھا ہے کہ میرا منہ سچ بولتا ہے اور میرے ہونٹ ضلالت کے منکر ہیں۔

ٹامس کی کرسی کے چاروں طرف ہر درجہ و مرتبہ کے مقدس پادریوں کی قطار ہے جن پر ٹامس کی تصانیف کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔

الٰہی شعاعوں میں سے ایک شعاع ابن رشد پر پڑ رہی ہے جو ٹامس کے سامنے زمین پر پڑا ہوا ہے۔[87]

Marfat.com

علم موسیقی (Music Theory)

اپنی کتاب خطرناک علم (Dangerious Knowledge Orientalism) میں رابرٹ ارون (Robert Irwin) لکھتا ہے کہ ابن رشد نے علم موسیقی کی ترتیب و تحسین پر اپنے علم موسیقی کے ذوق اور روح پر اس کے اثرات کے حوالے سے شاندار تبصرہ لکھا ہے۔

اس کے علاوہ احمد جمال اپنے مقالے ''ابن رشد'' بحوالہ ستمبر 1994ء کے ماہانہ رسالے ''تجدید نو'' میں لکھتے ہیں کہ جب ابن رشد نے ارسطو کی کتاب "On the Soul" یعنی روح پر شرح لکھی تو اس میں علم موسیقی کے اپنے نظریہ کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

ابن رشد آہنگ اور ترنم کو روح کی غذا کا نام دیتا ہے اگرچہ اس کو پہلے ارسطو اور افلاطون بھی بیان کر چکے تھے۔

لیکن ابن رشد نے موسیقی کو جمالیات ذوق کے حوالے سے زیادہ شاندار انداز میں بیان کیا تھا۔ بلکہ وہ اس کو ابن رشد کا نظریہ علم موسیقی قرار دیتے ہیں۔ [88]

Music Theory

As an Arabic music theorist, ibn Rushd contributed to music theory with his commentary on Aristotle's On the Soul, where Ibn Rushd dealt perspicuously with the theory of sound. This text was translated into Latin by Michael Scot.

❁

Marfat.com

ابن رشد کی تصنیفات

علامہ ابن ابی اصیبعہ اور ذاہبی کے علاوہ لیون افریقی خلیفہ ابن فرحون ابن الا بارو عظیم محققین ہیں جنہوں نے علامہ ابن رشد کی تصانیف کو دریافت کر کے ان کے نام اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ کچھ علمائے محققین نے ابن رشد کی تصانیف کی تعداد 78 بتائی ہے اور کچھ مورخین نے ابن رشد کی تصانیف کی تعداد ایک سو سے اوپر بیان کی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ علامہ رشد کی چوبیس سے زائد کتابیں اب بھی یورپ کی جامعات اور عجائب گھروں میں موجود ہیں۔

مستشرین نے علامہ رشد کی ان کتابوں کو بھی دریافت کیا ہے جو اصلی حالت میں موجود نہیں لیکن ان کتابوں کے تراجم لاطینی، عبرانی اور انگریزی زبانوں میں موجود ہیں۔ درج ذیل کتب علامہ ابن رشد کے نام ہی منسوب ہیں۔

- رسالہ الاتصال بالعقل الفاعل
- رسائل ابن رشد الطبیہ
- رسائل ابن رشد
- الکلیات فی الطب
- کتاب السماء الطبعی
- الکشف المناہج الادبلہ
- جوامع کون الفساد

Marfat.com

- فصل المقال
- بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد
- ابن رشد الفیلسوف
- موتمر ابن رشد
- ابن رشد، فیلسوف قرطبہ
- فی فلسفۃ ابن رشد الوجود والخلود
- من الکندی الی ابن رشد
- کتاب آلا ثار الادھار
- فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب
- ابن رشد وفلسفہ
- مصادر جدیدہ عن تاریخ الطب عند العرب
- ابن رشد الطبیب
- تلخیص منطق ارسطو
- تلخیص (جوامع) کتاب مابعد الطبیعہ
- تلخیص کتاب الشعر
- تلخیص کتاب النفس
- تلخیص کتاب الماکولات
- تلخیص کتاب الکون والفساد
- تلخیص کتاب الحس والمحسوس
- تحافۃ التحافۃ

Marfat.com

- تفسیر مابعد الطبیعہ
- شرح رسالہ اتصال العقل
- مسائل المنطقیہ
- المقالیس الشرطیہ
- مقالہ فی المقدمۃ المطلقہ
- مبادی الفلسفہ
- شرح کتاب الجمہوریہ افلاطون
- مقالہ منطق فارابی وارسطو
- تلخیص مقالات ابونصر
- الفارابی فی المنطق
- تلخیص الٰہیات
- مقالہ جزئیات عالم
- مقالہ فی القدم والحدوث
- مادۂ اولیٰ
- مقالہ فی الزمان
- المسائل الفلسفیہ
- رسائل لہ فی العقل والمعقول
- شرح کتاب العقل؛ اسکندر فردوسی
- المسائل الفلاک والارض
- شرح القانون فی الطب ابن سینا

Marfat.com

- مقالہ فی التریاق
- کلام علی مسئلہ
- من الل والراض
- تلخیص کتاب التعر ف جالینوس
- تلخیص کتاب القوۃ
- تلخیص کتاب المجاز جالینوس
- تلخیص کتاب الحیلۃ البرجالینوس
- تلخیص کتاب الادویہ المفرد جالینوس
- مقالہ فی المزاج المعتدل
- مقابلہ فی النوائب الحمی
- مقالہ فی العفن
- کتاب السموم
- اسباب الاختلاف
- الدروس الکاملہ فی الفقہ
- مقالہ فی الضحاء
- فرائض السلطین والخلفہ
- منہاج الادلا
- ذیل فص المقال
- شرح عقیدہ ابن تومرت
- تلخیص کتاب المجسطی

Marfat.com

- کتاب اقلیدس فی المجسطی
- مقالہ فی حرکۃ الفلک
- مقالہ فی تدوبر ہیئۃ الافلاک والثوابت
- کتاب الضروری فی النحو
- مقالہ فی الکلمۃ والاسم المشتق [89]

❁

Marfat.com

حوالہ جات

-1 سٹیلے لین پول، ترجمہ ملک اشفاق Moors in Shine

-2 الدیباج المذہب فی طبقات علماء المذہب

-3 مشاہیر عرب، لیون افریقی

-4 تاریخ آداب وعلوم اندلس، جلد اول، ڈوزی

-5 ابن رشد، ارنسٹ رینان

-6 الدیباج المذہب

-7 ابن خلدون، تاریخ

-8 ابن رشد، رینان، الدیباج المذہب

-9 طبقات الاطباء ذاکر ابن باجہ، ابن اصیبعہ ......ابن ابی اصیبعہ

-10 طبقات الاطباء ذکر ابن رشد، ابن اصیبعہ

-11 Leaman, Oliveier Averroes and His Philosophy

-12 فلسفہ اسلام از ڈی اولیری+ حکمائے اسلام، مولانا عبدالسلام ندوی، تاریخ فلسفہ ڈی بوئر

-13 ابن رشد، رینان

-14 فتوحات مکیہ، اکبر ابن عربی (جلد اول)

-15 طبقات الاطباء۔ ذکر ابن زہر

Marfat.com

-16 طبقات الاطباء۔ذکرابن زہر

-17 ابن رشد،ارنسٹ رینان

-18 تاریخ ابن خلدون

-19 تاریخ سپین،کانڈی

-20 ابن رشداور فلسفہ ابن رشد۔رینان

-21 طبقات الاطباء

-22 رینان

-23 ابن خلکان،تاریخ ابن خلدون

-24 ابن رشد فلسفہ ابن رشد فرح انطون

-25 ذہبی کتاب العبر

-26 ابن رشد رینان

-27 تاریخ حکما،القفطی

-28 مضمون ابن رشد علامہ شبلی نعمانی

-29 تاریخ ابن خلدون جلد V

-30 ابن رشد و فلسفہ۔فرح انطون

-31 طبقات الاطباء ذکر ابو بکر بن زہر

-32 طبقات الاطباء،ذکر ابن رشد

-33 ابن رشداور فلسفہ،ابن رشد،رینان

-34 طبقات الاطباء

-35 تاریخ ابن خلدون جلد V

-36 آثار الابار۔تاریخ ابن خلدون

Marfat.com

37- الدیباج المذہب فی طبقات علماء المذہب

38- نفح الطیب

39- مقدمہ ابن خلدون

40- الدیباج المذہب

41- نیل الابتہاج

42- تذکرۃ الحفاظ

43- طبقات الاطباء

44- فلسفہ تعلیم، بروکر

45- معرکہ مذہب وسائنس، ڈریپر، ص717

46- ڈریپر، معرکہ مذہب وسائنس جلد دوم، ص12

47- ایضاً

48- Vol-2, P-103, History of Widsom - Leki

49- ڈریپر، معرکہ مذہب وسائنس جلد دوم، ص121، مطبوعہ فرانس

50- History of Philosophy Barker P- 491, Pub. in Great Briton

51- ایضاً، ص491

52- Averos and Philospհy P : 66, Antown

53- History of Philosphy- Barker P : 170

54- ابن رشد، رینان ص121

55- ڈریپر، معرکہ مذہب وسائنس جلد دوئم، ص29

56- ابن رشد، رینان، ص128

57- ابن رشد، رینان، ص170

Marfat.com

58- ایضاً

59- ہسٹری آف Vol-3 Will Durant Civilization

60- تاریخ فلسفہ، بروکر، ص493

61- Gallatin, Harlekey, 2001, Medieval intellectual life and Christianty

62- Gracia Jgnoon 2003. A Companion to philosophy in the middle Ages.

63- Hayman, J. Walsh, 1973 , Philosophy in the middle Ages.

64- Poman, P Abelard P. 60, 61

65- H.G. Niddle and R. Scott -A Greek Lexicon. P 215

66- "John Scottus Eriugena Stand Ford - Encyclopedia of Philosophy"

67- Irivin Jones "Averroes Reason"

68- A, Dayla and N, Al Zuhir "Sigle Drug Theropy P.253-254.

69- Savage Smith "History of Medicine and Allied Scienc"

70- Dr. Albert Zaki Iskander "Encyclopedia of Islamic World"

71- H. Chad Hiller "Averroes Philosophy

72- شرح مابعد طبیعیات ابن رشد

73- طبیعیات ابن رشد

74- ایضاً

75- مقالہ رابعہ

76- فصل المقال والتحافتہ التحافہ، مطبوعہ جامع الازہر، مصر1971

77- احمد جمال، ابن رشد" ماہنامہ تجدید نو"، اکتوبر2008ء

Irivin Jon s "Averroes Reason"

Marfat.com

-78 سیرۃ النبلا الذہبی جلد 15 ص 140

-79 جاوید احمد غامدی، ترجمہ شہزاد سلیم "The Law of Evidence"

-80 Roger Ariew "Theory of Comets", History of Ideas"

-81 Owen Gingerich "Islamic Astronomy"

-82 Theory Comets at Paris During the Seventeenth Centary

JOURNAL OF THE HISTORY OF IDEAS" P:355, PUBLISHED 1992

-83 Metter, coma, space and motion by sorabji p : 284

-84 Hale Sarah Josspha Buell, Woman's Record from the Beginning till 1850

-85 H. Chad hiller "Averroes"

-86 ابن رشد، رینان اور ڈریپئر

-87 ''ابن رشد'' مصنف مولوی محمد یونس انصاری فرنگی محلی۔ بحوالہ ولیم انفیلڈ

-88 Robert Irwin (2008) Dangerious Knowledge

-89 "History of Science"

Neuberger, "History of Medicine"

ابن رشد مولوی محمد یونس انصاری فرنگی محلی

❁❁❁

Marfat.com

BOOK HOME

ابنِ رشد

ملک اشفاق

297.9
12
931

Marfat.com